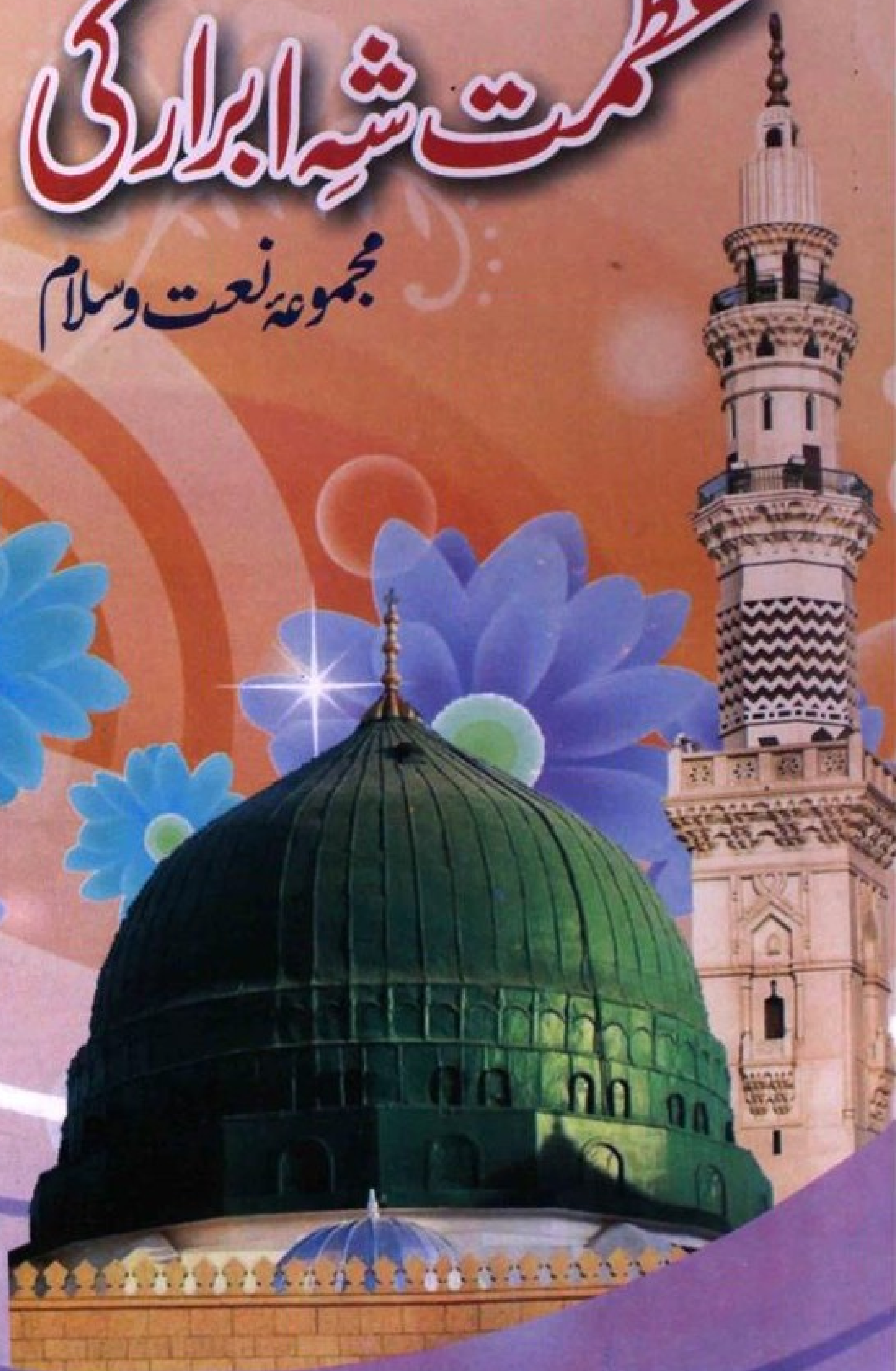
عظمت شہِ ابرار کی

مجموعۂ نعت وسلام



مُرتّبہ ڈاکٹر نذیر احمد قریشی کارنجوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عظمت شہ ابرار کی

﴿ مجموعہ نعت و سلام ﴾

مرتبہ

ڈاکٹر نذیر احمد قریشی کارنجوی

------پبلیشر------

رحمانی پبلکیشنز

1032 انصار روڈ، اسلامپورہ، مالیگاؤں، 423203 مہاراشٹر

Mob : 9890801886 / 9270704505

نام کتاب	:	عظمت شہِ ابرار کی
مرتبہ	:	ڈاکٹر نذیر احمد قریشی کارنجوی
سن اشاعت	:	۲۰۱۳ء
صفحات	:	120
تعداد	:	ایک ہزار
طباعت	:	شارپ آفسیٹ پریس، مالیگاؤں
ہدیہ	:	60/-

----- Publisher-----

Rahmani Publication

1032,Islampura,Malegaon-423203(Dist-Nasik)

Mob : 9890801886 / 9270704505

تمہید

نعت بنیادی طور پر عربی زبان کا لفظ ہے۔ فیروز اللغات میں اس کے معنی یوں مرقوم ہیں:

نعت: [ع - اسمِ ث] ا۔ مدح، ثنا، تعریف و توصیف ۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مدحیہ اشعار

میں نے نعت کے حروف سے یہ مفہوم اخذ کیا ہے کہ

ن : نبی آخر الزماں ﷺ

ع : عشق و عقیدت

ت : تعریف و توصیف

یعنی نبی اکرم، محبوب خدا، سردار انبیاء سرور کائنات، خاتم المرسلین، امیر کونین احمد مجتبیٰ رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و عقیدت میں دل کی گہرائیوں سے سرشار ہو کر فن شعر میں جو تعریف بیان کی جاتی ہے اسے نعت کہتے ہیں۔ نعت کا چلن آپ ﷺ کے زمانے ہی سے ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ عربی ادب کے معروف نعت گو شاعر شمار ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ خود حضرت حسانؓ کی نعت پسند فرماتے تھے۔

نعت میں آپ ﷺ کی ولادت، اخلاق، کردار، عملی زندگی اور اسوۂ حسنہ کو عشق و عقیدت میں ڈوب کر بیان کیا جاتا ہے۔ حضور ﷺ کے ارفع و اعلیٰ مقام کا ذکر کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کے معجزات، غزوات، فتوحات، دعوت، اخلاق غرض کہ آپ ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو کی عظمت کو بیان کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔

اردو ادب میں تقریباً ۴۴ / اصناف سخن ہیں۔ اور ان میں غزل، قصیدہ، مرثیہ، مثنوی، رباعی، قطعہ، نظم، آزاد نظم وغیرہ زیادہ معروف ہیں۔ نعت کے لیے کوئی مخصوص ہیئت طے نہیں کی گئی۔ شاعر کسی بھی صنف میں نعت کہتے ہیں۔ نعت گوئی بہت مشکل فن ہے۔ کیونکہ شاعر کے قلم سے نعت لکھنے میں ہلکی سی لغزش ہو جائے تو وہ گستاخ رسول کے زمرے میں آسکتا ہے اور شدت جذبات سے مغلوب ہو کر شان رسالت کو شان الوہیت میں شامل کر دے تو شرک کے گڑھے میں گر سکتا ہے۔ لہٰذا

نعت گوئی کے لیے مکمل ہوش وحواس، ایمان ویقین، توحید اور عشقِ رسالت مطلوب ہے۔

۱۹۸۰ء میں مہاراشٹر اسکول چپلون ضلع رتنا گری میں میری ملازمت کا پہلا سال تھا۔ وہیں پر ایک مسجد میں نعتیہ مشاعرہ منعقد ہوا تھا۔ ابتدا میں ایک مولوی صاحب نے امیر مینائی کی نعت، جس کی ردیف 'صل اللہ علیہ وسلم' تھی، سنائی۔ اول ان کا نفیس ترنم، دوم امیر مینائی کی پر اثر شاعری گویا کوثر وتسنیم سے دھلے الفاظ کی لڑیاں، آسمان سے زمین دل پر نازل ہو رہی ہوں۔ تمام سامعین کے ساتھ میں بھی جھوم جھوم اٹھا۔ اس کے بعد میرے سر میں سودا سمایا اور میں صل اللہ علیہ وسلم کی ردیف والی نعتیں مختلف کتب، رسائل اور اخبارات سے جمع کرتا گیا۔ اس کے علاوہ دوسری ردیف والی نعتیں بھی جمع کرنا شروع کیں۔ پچھلے ۳۱ سالوں میں، میری ڈائریوں میں، ہزار سے اوپر نعتوں کا سرمایہ جمع ہو گیا ہے۔ خدا کرے کہ حضور ﷺ سے عقیدت ومحبت سے سرشار ہو کر نعتوں کا جمع کرنا، اوران میں سے منتخب نعتوں کا یہ مجموعہ مرتب کرنا میرے لیے بخشش کا سامان بن جائے۔

اس مجموعہء نعت کی ترتیب سے متعلق عرض ہے کہ شعرا کے مرتبہ سے متعلق تقدیم وتاخیر کا مسئلہ نہ آئے اس لیے تخلص کو بنیاد بنایا گیا۔

محترم اعجاز رحمانی صاحب کی نعت کے شعر سے مجموعے کا عنوان، 'عظمت شہ ابرار کی' رکھا گیا ہے۔ شعر ہے:

پوچھو نہ فرشتوں سے نہ انسان سے پوچھو
عظمت شہِ ابرار کی قرآن سے پوچھو

نعت جس کتاب، رسالہ یا اخبار سے لی گئی ہے اس کا حوالہ دینے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔ کچھ نعتیں دوستوں نے عنایت بھی کیں، اس لیے ان کا حوالہ نہیں ہے۔

بہر حال انسان غلطی کا پتلا ہے لہٰذا اگر کوئی سہو پائیں تو بے جھجک اطلاع دیں تاکہ اشاعت ثانی میں اس کی اصلاح کرلی جائے۔

آپ کا

ڈاکٹر نذیر احمد قریشی کارنجوی
بلال نگر، پوسٹ: منگرول پیر، ضلع واشم (مہاراشٹر) ۴۴۴۴۰۳
موبائل: 9326409087

ہدیۂ تشکّر

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں بے حد شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اپنے بے پایاں فضل وکرم سے اپنے حبیب ﷺ کی نعتوں کا مجموعہ مرتب کرنے کی خدمت مجھ ناچیز سے لی۔

اس کارِ خیر میں جن صاحبانِ محترم نے میری رہنمائی فرمائی اور ہر طرح کا تعاون کیا ان میں استادِ گرامی ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط صاحب اور اپنے عزیز دوست ڈاکٹر محمد یحییٰ جمیل (صدر شعبۂ فارسی، کیشر بائی لاہوٹی کالج، امراوتی) کا تہہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اسی طرح ڈاکٹر انجم ضیاء الدین تاجی (صدر شعبۂ فارسی' جی۔ ایس۔ کالج' کھام گاؤں' ضلع بلڈانہ) کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر دیباچہ لکھا اور اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری بھرپور مدد کی۔

میرے فرزندان محمد عاصم اور محمد عاطف نیز میرے برادر زادے ارشاد احمد قریشی، اعجاز احمد قریشی اور جنید احمد نے اپنی تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ اس کتاب کی کمپوزنگ کی۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خداوندِ کریم انہیں زندگی کے ہر قدم پر خوش حال رکھے اور کامیابی سے نوازے۔ آمین

اپنے برادرِ خورد اشفاق کارنجوی اور شریکِ کار، عزیز دوست اشفاق سیف الدین تاجی صاحب کا بھی ممنونِ کرم ہوں کہ وہ میرے ہر کام میں معاون رہتے ہیں۔ سلیم رحمانی صاحب کے لیے سراپا سپاس ہوں کہ آپ اپنے پبلی کشن سے اس مجموعے کو شائع فرما رہے ہیں۔

جزاھم اللہ خیر الجزا۔

(ڈاکٹر) نذیر احمد قریشی کارنجوی

دیباچہ

ڈاکٹر انجم ضیاء الدین تاجی

صدر شعبہ فارسی

جی۔ایس۔سائنس آرٹس اینڈ کامرس کالج، کھام گانو

عاشقان رسول ﷺ کے لیے اس سے بڑی سعادت کی بات اور کیا ہوگی کہ وہ اپنی زبان اور اپنے دل کو ذکر محبوبؐ سے تر رکھیں۔اس لیے کہ آپؐ کی مبارک ہستی پر اللہ عزوجل اور اس کے برگزیدہ فرشتے اور دیگر تمام مخلوقات پیہم درود وسلام کا نذرانہ پیش کرتے رہتے ہیں۔اس لیے عاشقان رسول ﷺ نہ صرف درود وسلام کو حرز جاں رکھتے ہیں، بلکہ ہر ممکن وسیلے سے آپ کی مدح وثنا کرتے رہتے ہیں۔ان وسائل میں سب زیادہ مقبول وسیلہ نعت گوئی ہے، جو صدر اول ہی سے شیفتگان مصطفی ﷺ کا شعار رہا ہے۔اس ضمن میں ڈاکٹر انور سدید رقم طراز ہیں:

> عقیدت کے ان گلدستوں کو جو تیرہ سو سال سے شفیع المذنبین کی بارگاہ عالی مقام میں پیش کیے جا رہے ہیں، دیکھا جائے تو احساس ہوگا کہ محبت کی فراوانی میں کمی آئی نہ جنون اظہار ختم ہوا اور نہ ہی موضوع کی تنگ دامانی کی کبھی شکایت پیدا ہوئی۔[1]

عربی میں نعت گوئی

دور جاہلیت میں اہل عرب کو دو صلاحیتوں پر بڑا ناز تھا۔ایک خطابت اور دوسری شاعری۔اس وقت رائج تمام زبانوں میں عربی نہ صرف جدید زبان کا درجہ رکھتی تھی، بلکہ اس میں مضامین کو موثر انداز میں بیان کرنے کی زبردست صلاحیت موجود تھی۔اہل عرب اہل ایران کو جو عربی سے نابلد تھے، عجمی[2] کہا کرتے تھے۔

دور جاہلیت میں عربوں کی شاعری بڑی فطری تھی۔اس میں مبالغہ آرائی کا عنصر بہت کم تھا۔

مدح وستایش میں وہ ایک متعینہ اصول کے پابند تھے۔ بالعموم وہ شجاع، سخی، عالم اور نجیب الطرفین افراد کی مدح بیان کیا کرتے تھے۔ صلہ وانعام کی لالچ اور فرمائش پر مدح گوئی ان کا شیوہ نہ تھا۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد عرب شعرا کا رخ آپؐ کی ذات مبارک کی طرف ہو گیا اور انھوں نے آپ کی مدح بیان کرنا شروع کردی۔ سیرت کی کتابوں میں نبی کریم ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے چند اشعار کے علاوہ چچا ابو طالب سے منسوب چند قصائد ملتے ہیں، جن میں ان حضرات نے آپؐ کی ستایش بیان کی ہے۔ علاوہ ازایں سبع معلقات کے ممتاز شاعر زہیر بن ابی سلمٰی کے فرزند کعب بن زہیر کا قصیدہ ملتا ہے، جس میں انھوں نے دور جاہلیت کی گستاخیوں پر جناب رسالت مآب ﷺ میں معذرت پیش کی ہے۔ اسی طرح عرب کے ایک اور مشہور شاعر خنساء کے بیٹے حضرت عباس بن مراسؓ نے اسلام کی آغوش رحمت میں آنے کے بعد جب باریابی کا موقع آیا تو ایک قصیدہ سرور دو عالم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، جس میں اپنی گذشتہ مشرکانہ زندگی پر اظہار افسوس بھی کیا۔ ان کے علاوہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اشعار کتب سیرت میں دستیاب ہیں، ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت حمزہؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عباسؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت ابودجانہؓ، حضرت فاطمہؓ، امہات المومنین میں سے حضرت عائشہؓ، حضرت صفیہؓ۔

مگر جس شاعر کو لسان رسالت مآب ﷺ کے ترجمان کی حیثیت حاصل ہے، وہ حضرت حسان بن ثابتؓ ہیں۔ ان کا سب سے بڑا اعزاز یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انھیں حکم دیا تھا کہ کفار کا مقابلہ اپنی شاعری کی قوت سے کرو: **اھجھم و جبریل معک**۔ اس حکم پر عمل کرتے ہوئے حضرت حسان بن ثابتؓ نے کفار کی گستاخیوں کا موثر جواب دیا اور آپؐ کی مدح وثنا کے لیے اپنے فن کو مختص کردیا۔ یہاں بطور مثال چند اشعار مع ترجمہ نقل کیے جارہے ہیں:

فان أبي و والده و عرضی — لعرض محمد منکم وقاء
لسانی صارم لا عیب فیه — و بحری لاتکدره الدلاء

ترجمہ: میرے باپ دادا اور خود میری عزت وآبرو محمد ﷺ کی عزت وآبرو کے لیے ڈھال ہے۔

میری زبان کاٹنے والی تلوار کی طرح بے عیب ہے اور پانی نکالنے سے
میرے سمندر کا پانی گدلا نہیں ہوتا۔

نبی یری ما لا یری الناس حوله　　و یتلو کتاب الله فی کل مشهد
و ان قال فی یوم مقالة غائب　　فتصدیقها فی الیوم او فی ضحی الغد

ترجمہ: نبی ﷺ ان حقائق کا ادراک فرما لیتے ہیں، جن کو ان کے آس پاس کے لوگ نہیں دیکھ پاتے اور وہ ہر موقعے پر کتاب اللہ کی تلاوت فرماتے ہیں۔ اور اگر وہ کسی دن کوئی غیبی بات عرض کریں تو اسی دن یا دوسرے دن صبح تک اس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

فارسی میں نعت گوئی

منقبت نگاری کا یہ سلسلہ عربی شاعری سے ہوتا ہوا فارسی شاعری تک پہنچا اور بعد ازآں اردو اور دیگر زبانوں میں رائج ہو گیا۔ فارسی شعرا اپنے دواوین اور مثنویوں کی ابتدا حمد یہ اشعار سے کرتے تھے۔ حمد کے بعد نبی کریم ﷺ کی مدح و ثنا میں کم از کم ایک قصیدہ ضرور زیب قرطاس کرتے تھے۔ شاید ہی کوئی فارسی شاعر ایسا ہو، جس نے آپ کی مدح و ثنا نہ کی ہو۔ فارسی شعرا میں فخر الدین اسعد گورگانی، شیخ فرید الدین عطار، حکیم سنائی، انوری، خاقانی، نظامی، حافظ، شیخ سعدی اور مولانا جامی کے نام قابل ذکر ہیں۔

فارسی شعرا نے اپنی نعتوں میں حسب ذیل امور کا احاطہ کیا ہے:
مقام و منصب نبوت، فرائض نبوت، ارشادات و تعلیمات نبوی، حضور ﷺ وجہ تخلیق آدم و عالم ہیں، حضور ﷺ کی نبوت دوامی ہے، حضور ﷺ کے فضائل و سیر، شمائل و عادات، معجزات، غزوات، حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت، آپ کا سفر معراج، حضورؐ کی حیات مبارکہ اور سیرت مطہرہ کے ایک ایک گوشے کی تسطیر، حضور علیہ السلام کی ہدایت و راہبری، آپ کا پیغمبر انسانیت ہونا، حضور علیہ السلام کی سراپا نگاری، سیرت نگاری، آپ کی بارگاہ میں عجز و انکسار، ندامت و توبہ و انابت، حضورؐ سے فریاد و استغاثہ، ذاتی اور اجتماعی آشوب کا ذکر اور اعانت طلبی، حضورؐ سے شفاعت طلبی۔ [۳]

فارسی شعرا میں حسان عجم کا لقب خاقانی شیروانی کو عطا کیا گیا ہے، مگر متعدد شعرا ہیں، جن کی نعتیں بلاشبہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ اخلاص عشق و وفا کی بہترین مثالیں ہیں۔ یہاں بطور مثال حافظ شیرازی کی ایک نعت نقل کی جارہی ہے، جنھوں نے غزل کے پیرایے میں نعت گوئی کی ہے۔ یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ ان کی مندرجہ ذیل غزل، غزلیہ اسلوب میں فارسی زبان کی بہترین نعتوں میں شمار کرنے کے لائق ہے:

ستارہ ای بدرخشید و ماہ مجلس شد — دل رمیدهٔ ما را رفیق و مونس شد
نگار من کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت — بہ غمزہ مسئلہ آموز صد مدرّس شد
طرب سرای محبت کنون شود معمور — کہ طاق ابروی یار منش مہندس شد
کرشمهٔ تو شرابی بعاشقان پیمود — کہ علم بیخبر افتاد و عقل بیحس شد
لب از ترشح می پاک کن برای خدا — کہ خاطرم بہزاران گنہ موسوس شد
بصدر مصطبہ ام می نشاند اکنون دوست — گدای شہر نگہ کن کہ میہ مجلس شد
بوی او دل بیمار عاشقان چو صبا — فدای عارض نسرین وچشم نرگس شد
خیال آب خضر بست وجام کیخسرو — بجرعہ نوشی سلطان ابوالفوارس شد
ز راہ میکدہ یاران عنان بگردانید — چرا کہ حافظ ازین راہ رفت ومفلس شد

فارسی نعت گو شعرا میں بلاشبہ مولانا عبدالرحمان جامی مقام بلند پر فائز ہیں۔ ان کی نعتوں میں موجود عشق وسوز دلوں کو زندہ اور آنکھوں کو پرنم کرتا ہے۔ ایک نعت ملاحظہ فرمایئے:

زرحمت کن نظر بر حال زارم یارسول اللہ — غریبم، بی نوایم، خاکسارم یارسول اللہ
ز داغ ہجر تو کی دلفگارم یا رسول اللہ — بہار صد چمن در سینہ دارم یا رسول اللہ
توئی تسکین دل، آرام جان، صبر و قرار من — رخ پر نور بنما بی قرارم یا رسول اللہ
توئی مولای من آقای من والی جان من — توئی دانی کہ جز تو کس ندارم یارسول اللہ
دم آخر نمائی جلوهٔ دیدار جامی را — زلطف تو ہمین امیدوارم یارسول اللہ

اردو میں نعت گوئی

اردو میں بھی نبی کریم ﷺ کی مدح وثنا میں لکھی گئی منظومات کو نعت کہا گیا ہے۔ اس کے معنی مختلف لغتوں میں حسب ذیل ہیں:

☆وصف کردن کسی یا چیزی بہ نیکی۔ ستایش ۔و نیز بمعنی صفت۔ جمع نعوت [4]۔

☆صفت ہر چیزی کہ بغایت نیکو بود۔ در اصطلاح شعر تعریف۔ [5]

☆ نعت : بالفتح مونث ۔یہ لفظ بمعنی وصف ہے ،لیکن اس کا استعمال آنحضرت ﷺ کی ستایش وثنا کے لیے مخصوص ہے۔ [6]

نعت: صفت وثنا۔تعریف وتوصیف۔مدح ۔ثنا۔ مجازاً خاص سید المرسلین رحمت اللعالمینا کی توصیف۔ [7]

لفظ نعت کے لغوی معنی میں اس قدر گنجایش ہے کہ اس کا استعمال کسی بھی شخصیت کی مدح و ستایش کے لیے کیا جاسکتا ہے، مگر اس کے باوجود اسے اصطلاحاً نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی اور آپؐ کی صفات حمیدہ وطیبہ کے لیے مخصوص کردیا گیا ہے۔ دیگر شخصیات کی تعریف وتوصیف بیان کرنے کے لیے وصف ،مدح ،مدحت ،منقبت وغیرہ اصطلاحیں بروے کار لائی جاتی ہیں۔اس کا پہلی مرتبہ استعمال حضرت علیؓ نے کیا ہے۔آپ ؓ فرماتے ہیں:

من راہ بداھۃ ھابہ ، و من خالطہ معرفۃ احیہ۔

یقول ناعۃ المراء قبلہ ولا بعدہ مثلا ۔

آپؐ پر یکایک جس کی نظر پڑ جاتی ،وہ ہیبت کھاتا ہے۔جو آپ سے تعلقات بڑھاتا ہے، محبت کرتا ہے۔آپ کا وصف کرنے والا (ناعت) یہی کہتا ہے کہ آپ سے پہلے نہ آپؐ کے جیسا دیکھا اور نہ آپؐ کے بعد آپؐ کے جیسا دیکھا۔ [8]

اردو میں نعت گوئی کی ابتدا کے متعلق محققین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ مولوی عبدالحق نے خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (۸۲۵ھ/۱۴۳۱ئ) کے کچھ اشعار کو اردو نعت کا اولین نمونہ قرار دیا ہے، تاہم ڈاکٹر جمیل جالبی کی تحقیق کی رو سے فخر الدین نظامی کی مثنوی ''کدم راؤ پدم راؤ'' تصنیف (۸۲۵ھ تا ۸۳۸ھ) میں حمد کے بعد آنے والے اشعار کو نعت کا پہلا مستند نمونہ سمجھنا چاہیے۔ [9]

مثنوی قدم راؤ پدم راؤ کی ابتدا حمد یہ اشعار سے ہوتی ہے، ان اشعار کی تعداد ۲۹ ہے۔ بعد

میں نعت کے بائیس اشعار ہیں۔ اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر قلی قطب شاہ کی نعت گوئی کے متعلق ڈاکٹر انور سدید رقم طراز ہیں:

> اردو کی قدیم ترین نعتوں میں دکن کے فرماں روا، قلی قطب شاہ کی نعت ،زبان کی اس غیر ترقی یافتہ صورت کو ظاہر کرتی ہے، جب اظہار بیان کے جملہ اسالیب نشونما کی ابتدائی منزل میں تھے۔ زبان کی اس تنگ دامانی کے باوجود قلی قطب شاہ کی نعت میں جذبات کی فراوانی ہے۔
>
> تجھ مکھ جگت جوت سے عالم دیں بارا ہوا
>
> تجھ دین کے اسلام کے مومن جگت ہمارا ہوا[10]

اس کے علاوہ مولانا نصرتی، غواصی، شیخ بہاء الدین باجن اور ولی دکنی نے بھی نعت گوئی کا مظاہرہ کیا۔ نصرتی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے قصائد میں نعتیہ مضامین کو جگہ دی، اس کی مثنوی گلشن عشق میں حمد کے ۱۸۴/ اشعار، نعت کے ۵۸/ اشعار اور معراج کے ۷۳/ اشعار ہیں۔ بطور نمونہ نعتیہ اشعار نقل کیے جا رہے ہیں:

رہے نامور سید المرسلین — کہ آخر ہے وے شافع المذنبین
ادا ہوئے نہ حمد احد کی بن — نراکھے جلگ مدح احمد میں من
عجب آفرینش کے دریا کا دُر — کہ جس نور تی بحر ہستی ہے پُر
اتھا تب تو موجود تمکین میں — جب آدم تھا ماء والطین میں
جلگ علم اسما کا آدم سبق — پڑیا نیں تلک تھا توں علام حق
احد اور احمد میں جگ کوں عظیم — معما ہوئی گرچہ میانے کی میم
اسی میم تھے پن معما شگاف — دیکھیں عین احد کوں چہ احمد تی صاف[11]

ولی دکنی نے تقریباً تمام ہی اصناف سخن میں نعتیں نظم کی ہیں۔ اس کی نعت گوئی کے متعلق ڈاکٹر ریاض مجید تحریر فرماتے ہیں:

> جس طرح ولی کی شاعری جنوبی ہند اور زبان و بیان کے اسالیب کے درمیان حد فاصل قائم کرتی نظر آتی ہے، اسی طرح ولی کے نعتیہ اشعار اردو نعت کے ارتقائی سفر میں ایک نئی منزل کی نشاندہی کرتے محسوس ہوتے ہیں۔[12]

اس دور کے دیگر شعرا میں خواجہ بندہ نواز، فخر الدین نظامی، شاہ میراں جی شمس العشاق، نوازش علی شیدا، عبدل، شاہی، ملا وجہی، عبداللہ قطب شاہ، احمد بلاقی، ابن نشاطی، مرزا مظہر جان جاناں، شاہ ابدال پھلواری، فتاحی اور سراج اورنگ آبادی نے بھی نعت میں طبع آزمائی کی۔ اس دور کی نعت گوئی کے متعلق ڈاکٹر فرمان فتح پوری رقم طراز ہیں:

> اردو نعت گوئی کا مورخانہ جائزہ صاف بتاتا ہے کہ ایک طویل مدت تک چونکہ کسی اور اردو شاعر نے نعت گوئی سے خصوصی شغف کا اظہار نہیں کیا، اس لیے انیسویں صدی عیسوی کے وسط تک نعتیہ شاعری کا بیشتر حصہ ایسا ہے، جو رسمی نعت گوئی کے تحت آتا ہے اور فکر وفن کے لحاظ سے اس کا معیار ایسا نہیں کہ اس کا ذکر ضروری سمجھا جائے۔[۱۳]

میر وسودا سے لے کر امیر مینائی اور محسن کاکوروی کا دور اردو شاعری کے ارتقا کا زمانہ ہے۔ ولی کی دہلی آمد اور ان کے دیوان سے دلی میں شاعری کو ایک نیا طرز ملا۔ چوں کہ دلی کے شعرا فارسی شاعری سے مناسبت رکھتے تھے، اس لیے انھوں نے ولی سے متاثر ہوکر فارسی شعری روایت کی اردو میں آمیزش کا آغاز کیا۔ فارسی اصناف میں دادِ سخن دی جانے لگی اور ہر صنف میں فارسی شعرا کا تتبع کیا گیا۔ مثنویوں کے ہر باب کا آغاز حمد ونعت سے کیا جانے لگا، کچھ مکمل نعتیہ مثنویاں نظم کی گئیں۔ نعتیہ قصائد لکھے گئے اور غزل کی صنف کو بھی اس موضوع کے لیے بڑے پیمانے پر برتا گیا۔ "جب کرامت علی شہیدی، کفایت علی کافی، غلام امام شہید اور لطف بریلوی وغیرہ تک نعت پہنچتی ہے تو وہ نعت کو رسمی اور تقلیدی دور سے نکال کر مراحل تشکیل میں لے آتے ہیں اور اسے باقاعدہ فروغ ملتا ہے۔ اس عہد میں نعتیہ دیوان مرتب کرنے کا آغاز ہوتا ہے۔"[۱۴] نعتیہ دیوان مرتب کرنے میں لطف بریلوی کو اولیت حاصل ہے۔

بلاشبہ اس دور کا سب سے اہم شاعر محسن کاکوروی ہے۔ انھیں حسان الہند کا لقب عطا کیا گیا۔ بقول ڈاکٹر عاصی کرنالی:

> محسن نے حمد ونعت کو فکر وفن کے تمام محاسن وخصائص کے ساتھ اس بلند سطح تک پہنچا دیا، جس سے زیادہ رفعت امرِ محال ہے۔"[۱۵]

محسن کاکوروی کی نعت گوئی کے متعلق ڈاکٹر ابواللیث صدیقی رقم طراز ہیں:

''نعت کی وسیع فضا میں انھوں نے خوب پرواز کی ہے اور بڑے مشکل مقامات بھی انھوں نے انتہائی خوبی وخوبصورتی کے ساتھ طے کیے ہیں۔ مضمون میں موضوع کے اعتبار سے جدت، اسلامی اور ہندی تصورات کا امتزاج، حدیث اور عقائد کی صحت کو ملحوظ رکھتے ہوئے مذاق شاعرانہ کے ساتھ نکتہ آفرینی، خلوص ومحبت کے اظہار میں تہذیب ومتانت کا پاس ان کے کلام کی خوبیاں ہیں...... محسن کا کلام اعلیٰ شاعرانہ صناعی کا نادر نمونہ ہے۔ تشبیہات واستعارات اور کنایے، مضمون اور معنی آفرینی ایک طور پر صنعت گری ہی کے لوازم ہیں اور اس اعتبار سے انھیں آورد اور تصنع سمجھنا چاہیے، لیکن یہ محسن کا کمال شاعرانہ ہے کہ ان کی آورد بھی کلام میں زور لاکر آمد کا لطف پیدا کر دیتی ہے۔ تشبیہات، استعارات اور کنایے آسانی سے فہم کے قابو میں آجاتے ہیں۔ مضمون آفرینی میں تخیل پرواز کر کے آسمانوں میں غائب نہیں ہوجاتا۔''[16]

محسن نے سولہ برس کی عمر میں پہلا قصیدہ ''گلدستۂ رحمت'' نظم کیا۔ لیکن ان کا شاہکار ''قصیدہ مدیح خیر المرسلین ﷺ'' ہے، جسے قصیدہ لامیہ بھی کہا جاتا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی رائے میں ''محسن کا یہ قصیدہ اردو میں اپنے نوع کی بالکل نئی چیز ہے۔ اس نعتیہ قصیدے کی تشبیب بہاریہ ہے لیکن اس کا رنگ روپ اردو فارسی کے نعتیہ قصیدوں کی تشبیبوں سے بہت مختلف ہے۔ محسن نے اپنی بہاریہ تشبیب میں ایسے مقامی رنگوں سے کام لیا ہے، جو اس سے پہلے اردو کے نعتیہ قصائد میں نظر نہیں آتے۔ محسن نے اس قصیدے میں برسات کے موسم، اس کے اثرات، ہندوانہ ماحول، مقامی رسم و رواج، تقریبات اور تہوار، ہندی الفاظ وتلمیحات اور ہندوؤں کی بعض تہذیبی اور مذہبی روایات کو اس خوش اسلوبی اور فنکاری سے برتا ہے کہ ان کے قصیدے کا کچھ اور ہی عالم ہوتا ہے۔''[17] اس قصیدے کے چند اشعار نقل کیے جارہے ہیں۔

باغ تنزیہہ میں سرسبز نہال تشبیہ
انبیا جس کی ہیں شاخیں عرفا ہیں کونپل

گل خوش رنگ رسول مدنی عربی

زیب دامان ابد ، طرہ دستار ازل

نہ کوئی اس کا مشابہ ہے نہ ہمسر نہ نظیر

نہ کوئی اس کا مماثل ، نہ مقابل ، نہ بدل

مہر توحید کی ضو ، اوج شرف کا مہ نو

شمع ایجاد کی لو ، بزم رسالت کا کنول

مرجع روح امیں ، زیب دو عرش بریں

حامی دین متیں ، ناسخ ادیان و ملل

ہفت اقلیم ولایت میں شہہ عالی جاہ

چار اطراف ہدایت میں نبی مرسل

محسن کاکوروی نے دو مثنویاں؛ صبح تجلی اور چراغ کعبہ بھی تصنیف کیں۔ نیز صنف غزل میں بھی نعتیہ اشعار نظم کیے۔ محسن کاکوروی نے اپنی شاعری کو نعت گوئی کے لیے وقف کر دیا تھا، وہ فرماتے ہیں:

سخن کو رتبہ ملا مری زباں کے لیے

زباں ملی ہے مجھے نعت کے بیاں کے لیے

ازل میں جب ہوئیں تقسیم نعمتیں محسن

کلام نعتیہ رکھا مری زباں کے لیے

۱۸۵۷ء کے بعد کا دور مسلمانوں کی سیاسی و معاشرتی زبوں حالی سے عبارت ہے۔ وہ قوم جس نے ہزار برس تک حکمرانی کی تھی، اب غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ امت کی نشاۃ الثانیہ کے لیے ہر دردمند دل تجاویز پیش کر رہا تھا اور دسترس وسائل سے اس امت کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش میں مصروف تھا۔ شعرا و ادبا قائدین امت کے ہمرکاب تھے۔ شعرا نے علم و عمل کی تلقین کے ساتھ نعت گوئی کو بھی اس مقصد کے لیے استعمال کیا۔ اس لیے کہ مسلمانوں کے لیے قوت عمل کا سب سے بڑا سرچشمہ ذات رسول اقدس ﷺ سے بڑھ کر اور کوئی ہستی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لیے نعت میں نمایاں تبدیلی یہ ہوئی کہ شعرا نے سراپا نگاری اور معجزوں کو نظم کرنے کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کی سیرت اقدس اور اسوۂ طیبہ کے ذکر و بیان کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔ اس ضمن میں

ڈاکٹر عاصی کرنالی تحریر فرماتے ہیں:

خصوصاً سیرت میں ایک اور مزاجی انقلاب آیا کہ حضور ﷺ کے جمال ظاہری اور سراپا نگاری اور معجزات نویسی کے ساتھ حضور علیہ السلام کی سیرت اقدس اور اسوۂ طیبہ کے ذکر و بیان پر خاص توجہ ہوئی۔ حضور علیہ السلام جو پیغمبر انقلاب و عمل ہیں، ان کی سیرت کے احوال و واقعات کو بہرۂ نعت بنا کر امت کو آمادہ عمل کیا گیا۔ حضورؐ خیر البشر ہیں اور حضور کی بشریت کامل میں حیات انسانی کے لیے، فکر و عمل کے لیے انقلابی دعوت موجود ہے، اس لیے رہبر انسانیت کی سیرت کو ان حوالوں سے ملت کے سامنے لایا گیا۔ [18]

اس دور کے اہم نعت گو شعرا مندرجہ ذیل ہیں:

مولانا الطاف حسین حالی، اکبرالہ آبادی، شبلی نعمانی، مولانا اسماعیل میرٹھی، علامہ اقبال، مولانا ظفر علی خاں، مولانا احمد رضا خاںؒ، مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی، اصغر گونڈوی، فانی بدایونی، جگر مرادآبادی، حسرت موہانی، اقبال سہیل اعظم گڑھی، اکبر وارثی میرٹھی، امجد حیدرآبادی، بیدم وارثی وغیرہ

مذکورہ بالا شعرا ہی میں نہیں، بلکہ قدیم و جدید اردو نعت گو شعرا کی امامت کا اگر کوئی حقدار ہے تو وہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی ذات گرامی ہے۔ آپ کی شاعری کا مقصد صرف اور صرف عشق رسول ﷺ کی آبیاری تھا۔ اس لیے آپ سے بڑھ کر نعتیہ سرمایہ آپ سے قبل کسی اور شاعر نے نہیں چھوڑا۔ اصغر حسین خاں کہتے ہیں کہ ''مولانا کے کلام میں حضور علیہ السلام کے عشق کا سمندر متلاطم ہے اور وہ نہایت کامیابی کے ساتھ حضرت حسانؓ کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ اس کے علاوہ انھیں زبان و بیان، الفاظ و محاورہ، صنائع بدائع پر بلا کی قدرت حاصل ہے۔ اس لیے ان کے اشعار کا حسن اور اثر سہ چند ہو گیا ہے۔ اکثر اشعار میں زبان و بیان کی خوبی اور محاورہ اور روزمرہ کے حسن نے کئی کئی صنعتیں پیدا کر دی ہیں۔ [19]

مولانا نے نعت گوئی میں نئے تجربات بھی کیے۔ مولانا کی ایک نعت چہار لسانی ہے۔ اس میں انھوں نے اردو کے ساتھ عربی، فارسی اور ہندی کے الفاظ کا بھی استعمال کیا ہے۔ اس نعت کے چند شعر ملاحظہ فرمایئے:

لم یاتِ نظیرک فی نظر مثل تو نہ شُد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا
البحر علا والموج طغی من بیکس و طوفاں ہوش ربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا
یا شمس نظرت الی لیلی چو بہ طیبہ رسی عرضی بکنی
توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا
انافی عطش و سخاک اتم اے گیسوے پاک اے ابر کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند ادھر بھی گرا جانا
الروح فداک فزد حرقا یک شعلہ دگر برزن عشقا
موراتن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا
اعلیٰ حضرت کی نعت گوئی کی ستایش نیاز فتح پوری نے بھی کی ہے، ملاحظہ فرمایئے:
شعر و ادب میرا خاص موضوع اور فن ہے۔ میں نے مولانا بریلوی کا نعتیہ کلام بالاستیعاب پڑھا ہے۔ ان کے کلام سے پہلا تاثر جو پڑھنے والے پر قائم ہوتا ہے، وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی رسول عربی ﷺ ہے۔ ان کے کلام سے اُن کے بے کراں علم کے اظہار کے ساتھ افکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔...... یہ حق ہے کہ مولانا کی نگاہ عروض، محاورات، نکات فن پر بھی گہری تھی۔ ۲۰ ؎

علامہ اقبال ہندوستان کے وہ عظیم شاعر ہیں، جنھوں نے اپنی فارسی اور اردو شاعری کے ذریعے مسلمانان عالم کے دلوں میں عشق رسول کی آبیاری کی۔ بقول ڈاکٹر عاصی کرنالی "اُن کے تمام کلام میں یہ عشق اس طرح سرایت کیے ہوئے ہے، جیسے بدن میں روح یا رگ و ریشے میں لہو کی گردش۔ ان کا فلسفہ خودی تمام تر اسی اساس عشق محمدی پر استوار ہے۔ فرد کا تزکیہ و تربیت ہو یا ملت کی اصلاح و تعمیر و ارتقا، خودی کی تخلیق، بالیدگی اور فروغ اسی عشق پر مبنی ہے۔" ۲۱ ؎

اقبال کی فارسی مثنویوں اور غزلوں میں جگہ جگہ نعت رسول اکرم ﷺ کے اشعار جلوہ گر ہیں۔ یہاں پیام مشرق سے چند اشعار نقل کیے جا رہے ہیں:

سید کل، صاحب ام الکتاب ‌ ‌ پردگی ها بر ضمیرش بی حجاب
گرچہ عین ذات را بی پردہ دید ‌ ‌ ربّ زدنی از زبان او چشید
ہر کہ عشق مصطفی سامان اوست ‌ ‌ بحر و بر در گوشۂ دامان اوست
روح را جز عشق او آرام نیست ‌ ‌ عشق او روزی ست کو را شام نیست

اقبال کی فارسی منظومات کا ایک اہم مجموعہ ارمغان حجاز ہے۔ اس کے متعلق ڈاکٹر عاصی کرنالی فرماتے ہیں:

''ارمغان حجاز، دیار حبیب ا کے تصوراتی سفر کا نہایت کیف آفریں منظر نامہ ہے۔ احساس مہجوری و ناصبوری اور آروزی مشتاقی و حضوری کے دلگداز اور دلکشا مضامین قلم بند کیے ہیں۔ ذاتی قلبی واردات کے ساتھ ساتھ جذباتی اور فکری سطح پر امت کی زبوں حالی اور استمداد و استعانت کا ذکر ملتا ہے۔ عاجزی، دردمندی اور اثر آفرینی میں یہ قطعات قیامت پارے ہیں''۔[۲۲]

باین پیری رہ یثرب گرفتم ‌ ‌ نوا خواں از سرور عاشقانہ
چوں آں مرغی کہ در صحرا سر شام ‌ ‌ گشاید پر بہ فکر آشیانہ

☆☆☆

چہ خوش صحرا کہ در وی کارواں ھا ‌ ‌ درودی خواند و محمل براند
بریگ گرم او آور سجودی ‌ ‌ جبین را سوز تا داغی بماند

☆☆☆

بیا ای ہم نفس باہم بنالیم ‌ ‌ من و تو نغمۂ شان جمالیم
دو حرفی بر مراد دل بجوئیم ‌ ‌ بپای خواجۂ چشماں را بمالیم
مسلماں آں فقیر کج کلاہی ‌ ‌ رمید از سینۂ او سوز آہی
دلش نالد چرا نالد نداند ‌ ‌ نگاہی یا رسول اللہؐ نگاہی
شبی پیش خدا بگریستم زار ‌ ‌ مسلماناں چرا زارند و خوارند
ندا آمد نمی دانی کہ ایں قوم ‌ ‌ دلی دارند و محبوبی ندارند

☆☆☆

دلیل عاشقاں غیر از دلی نیست	در آں دریا کہ او را ساحلی نیست
وگرنہ جز تو ما را منزلی نیست[۲۲]	تو فرمودی رہ بطحا گرفتم

اقبال کے اردو کلام میں بھی عشق رسول کا جذبہ موجزن ہے۔اقبال کی متعدد نظموں مثلاً شکوہ، جواب شکوہ، بلالؓ، صدیقؓ، بلاد اسلامیہ، ذوق وشوق میں نعتیہ اشعار پائے جاتے ہیں۔انھوں نے اپنی بعض نعتیہ منظومات میں امت کی زبوں حالی اور مصائب کی فریاد حضور رسالت مآب میں کی ہے۔ایک قطعے میں عرض کرتے ہیں:

کل ایک شوریدہ بارگاہ نبیؐ میں رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر و ہندوستاں کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں
یہ زائران حرم مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا، جو تجھ سے نا آشنا رہے ہیں
غضب ہیں یہ مرشدان خود بیں، خدا تری قوم کو بچائے
بگاڑ کر تیرے مسلموں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں

اس قطعے کے علاوہ اے روح محمد ﷺ اور حضور رسالت مآب ﷺ میں، بھی ان کی اسی طرح کی منظومات ہیں، جو امت محمدیہ کو غور وفکر پر آمادہ کرتی ہیں۔

اب ذکر ہو جائے، ان غیر مسلم شعرا کا، جنہوں یہندوستان میں مسلمانوں کی نعت گوئی سے متاثر ہو کر فارسی اور اردو میں نعت گوئی کی اور آج بھی کر رہے ہیں۔سب سے پہلے ہندو شعرا کی نعتوں کو جمع کرنے کا کام جناب والی آسی نے فرمایا تھا۔کچھ عرصہ قبل نور میرٹھی نے ہندو شعرا کی نعتوں کا ایک مجموعہ بعنوان ''بہ ہر زماں بہ ہر زباں'' شائع کیا۔اس میں ۳۳۶ رہندو شعرا کی نعتیں ہیں۔ان میں سے چند شعرا کے اسما ملاحظہ فرمایئے:

پنڈت دیا شنکر نسیم، پنڈت ہری چند اختر، پنڈت لبھو رام جوش ملسیانی، علامہ تربھون ناتھ زار زتشی دہلوی، تلوک چند محروم، پنڈت بال مکند عرش ملسیانی، گوپی ناتھ امن، پنڈت نوبت رائے نظر، پنڈت امرناتھ آشفتہ دہلوی، بھگوت رائے راحت کاکوروی، مہاراجا کشن پرساد شاد، پنڈت برج نارائن دتا تریا کیفی، رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری، کالی داس گپتا رضا، کنور مہندر سنگھ بیدی

سحرؔ۔ ان شعرا میں سے کالی داس گپتا رضاؔ کا نعتیہ مجموعہ بعنوان ''اجالے'' اور چندر بھان خیالؔ کا نعتیہ مجموعہ بعنوان ''لولاک'' شائع ہوئے ہیں۔

نعتوں کا مجموعہ مرتب کرنا، یقیناً سعادت کی بات ہے۔ یہ سعادت جسے حاصل ہوجائے، بلاشبہ اس کے لیے سرمایہ آخرت ہے۔ اس لیے کہ ان کے ذریعے دلوں میں عشق رسول اکرم ﷺ کی شمع روشن ہوتی ہے۔ اس لیے اس مجموعے کے مرتب ڈاکٹر نذیر احمد قریشی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اس مجموعے کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں شعرا کا مختصر تعارف بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس سے نئی نسل کو قدیم و جدید شعرا کا تعارف بھی حاصل ہوجاتا ہے۔

ڈاکٹر نذیر احمد قریشی، کارنجہ لاڈ (ضلع واشم) میں یکم جولائی ۱۹۵۷ء کو پیدا ہوئے۔ انھوں نے وِدربھ مہاودیالیہ، امراوتی سے گریجویشن کیا۔ بعد ازآں ناگپور یونیورسٹی سے ۱۹۸۸ء میں اردو میں اور ۱۹۹۰ء میں فارسی میں ایم۔ اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔ نذیر صاحب کو ذوق تحقیق نے پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے کے لیے ابھارا اور آپ نے مشہور محقق و ناقد ادب جناب ڈاکٹر یحییٰ نشیط کی نگرانی میں تحقیقی مقالہ بعنوان ''اردو نثر کے ارتقا میں دارالمصنفین اعظم گڑھ کا حصہ'' پیش کیا۔ اس مقالے پر ۲۰۰۳ء میں امراوتی یونیورسٹی نے آپ کو ڈاکٹریٹ کی سند سے نوازا۔

جناب ڈاکٹر نذیر احمد کی ادبی زندگی کا آغاز ۱۹۸۰ء سے ہوا۔ آپ کے ادبی مضامین متعدد اردو اخبارات اور رسائل میں شائع ہوئے۔ آپ نے بی۔ اے کے طلبہ کے لیے ایک کتاب ''مشعل راہ'' بھی لکھی۔ ۲۰۱۱ء میں ایک اور کتاب بعنوان ''علامہ شبلی نعمانی کوئز'' زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔ اسی نوعیت کی ایک اور کتاب سرسید پر بھی زیر ترتیب ہے، نیز آپ اپنے شائع شدہ ادبی مضامین کا مجموعہ بھی شائع کرنے کے خواہش مند ہیں۔

راقم حروف کو اس مجموعے کا دیباچہ لکھنے کی جو سعادت حاصل ہوئی ہے، اس پر وہ ڈاکٹر صاحب کا تہ دل سے مشکور ہے۔ دعا ہے کہ اس مجموعے کو قبولیت عام حاصل ہو۔



حواشی

۱۔ڈاکٹر انور سدید، شاعری کا دیار، مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۴ئ،ص ۱۵۷

۲۔اس دور میں بھی اور آج بھی بعض علاقوں میں ''پارسی عجم'' کا استعمال زبان زد عام ہے۔اس کلمہ کا تحقیر کے لئے استعمال بنی امیہ کے دور سے ہوا اور اس کے معنی گونگا لیے گئے۔مگر اہل ایران کی تحقیق کے مطابق کلمہ ''عجم'' کا ریشہ سامی زبانوں سے تعلق نہیں رکھتا ہے، بلکہ ہند آریائی زبانوں کے گروہ سے متعلق ہے۔غالباً یہ ''یم'' کی معرب شکل ہے۔(اسناد نام خلیج فارس، میراثی کہن وجاودان، محمد عجم، ۱۳۸۸ ھش، ص ۲۳۔۶۰)

۳۔اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر، پروفیسر ڈاکٹر عاصی کرنالی، ص ۰۳۔۱۰۲

۴۔فرہنگ فارسی عمید ح ۶۸

۵۔موید الفضلا، ۶۹

۶۔نور اللغات، جلد چہارم، ۷۳

۷۔فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم، ۶،۷

۸۔شمائل ترمذی، ص ۵۶۷

۹۔ادارہ دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۲۲، ۱۹۸۹، ص ۴۰۳

۱۰۔ڈاکٹر انور سدید، شاعری کا دیار، ص ۱۶۰

۱۱۔نصرتی، گلشن عشق، ص ۱۵

۱۲۔پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید، اردو میں نعت گوئی، اقبال اکادمی لاہور، ص ۲۲۹

۱۳۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اردو غزل، نعت اور مثنوی، الوقار پبلکیشنز لاہور، ۲۰۰۴ئ، ص ۲۹۵

۱۴۔ڈاکٹر عاصی کرنالوی، اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر، تحقیقی مقالہ، ص ۷ ۳۳

۱۵۔ایضاً ص ۳۲۹

۱۶۔محسن کاکوروی، چراغ تجلی، مقدمہ از ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، ص ۵، ۶، ۷

۱۷۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اردو کی نعتیہ شاعری، ص ۷۳

۱۸۔ڈاکٹر عاصی کرنالی، اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر، ص ۳۳۹

۱۹۔مرید احمد چشتی، جہان رضا، ص ۲۲

۲۰۔علامہ محمود احمد قادری، حضرت فاضل بریلوی کے بارے میں نیاز فتح پوری کے تاثرات، الاصلاح پبلی کیشنز، ملتان

۲۱۔ڈاکٹر عاصی کرنالی، اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر، ص ۱۷۰

۲۲۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی، اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر، ص ۱۷۴

ذاتِ محمد، شمعِ دو عالم

ذاتِ محمد، شمعِ دو عالم، صلی اللہ علیہ و سلم
جسم سراسر نورِ مجسم، صلی اللہ علیہ و سلم
اس کا تجمل قریہ بہ قریہ اس کی تجلی خانہ بہ خانہ
اس کا تصرف عالم عالم، صلی اللہ علیہ و سلم
اس کا تبسم گلشن گلشن، اس کا ترحم باراں باراں
نقشِ قدم تا عرشِ معظم، صلی اللہ علیہ و سلم
شام نے اس کی دہلیز سے پائی خواب کی لذت قلب کی راحت
صبح نے مانگی نور کی جاجم، صلی اللہ علیہ و سلم
ذات ہے اس کی حق کی گواہی، قول ہے اس کا قولِ الٰہی
اس کا ہر پیغام ہے محکم، صلی اللہ علیہ و سلم
شمعِ عجم ہے ماہِ عرب ہے، روحِ علوم و اُمّی لقب ہے
خلق مکمل، دینِ مسلم، صلی اللہ علیہ و سلم
دانشؔ ہم درویشِ نبی ہیں، واقف لطفِ تشنہ لبی ہیں
سجدۂ پیہم، شکر دمادم، صلی اللہ علیہ و سلم

احسان دانش

[ماخوذ: ماہنامہ ہدیٰ ڈائجسٹ۔ جشنِ اسلام نمبر جون ۱۹۸۱، صفحہ ۵۷]

خلد میری، بس اس کی تمنا

خلد میری بس اس کی تمنا، صلی اللہ علیہ و سلم
وہ مرا سدرہ، وہ مرا طوبیٰ، صلی اللہ علیہ وسلم
غارِ حرا میں وہ تنہا تھا، تنہائی میں بھی یکتا تھا

چار طرف ذکرِ اقرا تھا، صلی اللہ علیہ و سلم
قبل اس کے مسجود تھے کتنے، فرعون و نمرود تھے کتنے
کتنے بتوں کو اس نے توڑا، صلی اللہ علیہ و سلم
اس کا جلال ہے بحر و بر میں، اس کا جمال ہے کوہ و قمر میں
اس کی گرفت میں عالمِ اشیائ، صلی اللہ علیہ و سلم
وہ جو بظاہر خاک نشیں تھا، لیکن جو افلاک نشیں تھا
میں ہوں ندیمؔ غلام اسی کا، صلی اللہ علیہ و سلم

احمد ندیم قاسمی

[ماخوذ: ہدیٰ جون ۱۹۸۱، صفحہ ۱۲۰]

خلق کے سرور شافع محشر

خلق کے سرور، شافعِ محشر، صلی اللہ علیہ و سلم
مرسلِ داور، خاص پیمبر، صلی اللہ علیہ و سلم
نورِ مجسم، نیّرِ اعظم، مونسِ آدم، سرورِ عالم
نوح کے ہمدم، خضر کے رہبر، صلی اللہ علیہ و سلم
دولتِ دنیا خاک برابر، ہاتھ کے خالی دل کے تونگر
مالکِ کشور تخت نہ افسر ، صلی اللہ علیہ و سلم
چشمہ جاری، خاصہ یاری، گردِ سواری، باغِ بہاری
آئینہ داری فخرِ سکندر، صلی اللہ علیہ و سلم
مہر سے مملوریشہ، نعت امیر اپنا ہے پیشہ
ورد ہمیشہ دن بھر، شب بھر ، صلی اللہ علیہ و سلم

امیر مینائی

لیتے رہو بس نام محمدؐ

گفتۂ حق، پیغامِ محمد، صلی اللہ علیہ و سلم
اسمِ معظم، نامِ محمد، صلی اللہ علیہ و سلم

پایا کہاں سے مایہ ایماں، پائی کہاں سے دولتِ عرفاں
یہ سب ہیں اکرامِ محمد، صلی اللہ علیہ و سلم

اے بطحا کو جانے والو، مجھ کو بھی اپنے ساتھ ہی لے لو
میں بھی مستِ جامِ محمد، صلی اللہ علیہ و سلم

دل کے سکوں کا راز ہے اتنا، جو پوچھے اس سے کہہ دینا
لیتے رہو بس نامِ محمد، صلی اللہ علیہ و سلم

بارِ الہا! گم کردے بہزادؔ کو تو عشقِ بطحا میں
صدقہ فیضِ عامِ محمد، صلی اللہ علیہ و سلم

بہزاد لکھنوی

[ماخوذ: ماہنامہ ہدیٰ ڈائجسٹ۔ جشنِ اسلام نمبر جون ۱۹۸۱، صفحہ ۱۸]

کھنچنے لگا دل سوئے محمدﷺ

آئی نسیم کوئے محمد، صلی اللہ علیہ و سلم
کھنچنے لگا ہے دل سوئے محمد، صلی اللہ علیہ و سلم

کعبۂ ہمارا کوئے محمد، صلی اللہ علیہ و سلم
مصحفِ ایماں روئے محمد، صلی اللہ علیہ و سلم

طوبیٰ کی جانب تکنے والو، آنکھیں کھولو، ہوش سنبھالو
دیکھو قدِ دل جوئے محمد، صلی اللہ علیہ و سلم

نام اسی کا بابِ حرم ہے، دیکھ یہی محرابِ حرم ہے
دیکھو خمِ ابروئے محمد، صلی اللہ علیہ و سلم

بھینی بھینی خوشبو لہکی، بیدمؔ دل کی دنیا میں
کھل گئے جب گیسوئے محمد، صلی اللہ علیہ وسلم

[ماخوذ: تاجدارِ انبیاء مرتبہ: محمد حلیم، صفحہ ۹]

میرے پیمبر میرے مولا ﷺ

میرے پیمبر میرے مولا صلی اللہ علیہ وسلم
میں ہوں گداگر میرے مولا صلی اللہ علیہ وسلم

ہاتھ بندھے ہیں اور جھکا ہے آپؐ کے دروازے پہ کھڑا ہے
ایک ثنا گر میرے مولا صلی اللہ علیہ وسلم

کثرتِ عصیاں سے ہے کالا پر میں لایا ہوں یہ چہرہ
اشکوں سے تر میرے مولا صلی اللہ علیہ وسلم

آپؐ کی تشریف آوری کا چاروں کوٹ ہوا ہے چرچا
عید ہے گھر گھر میرے مولا صلی اللہ علیہ وسلم

مدح کرے محمودؔ سا انساں کیسے، جب ہے آپؐ ثنا خواں
آپؐ کا داور میرے مولا صَلَّی اللہ عَلَیہِ وسلم

[ماخوذ: 'بہارِ مدینہ' نیو سلور بک ایجنسی، صفحہ ۱۳]

دیدۂ وحدت جوئے محمد ﷺ

صبحِ ازل تھا روئے محمد، صلی اللہ علیہ وسلم
شامِ ابد گیسوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آئینہ صورت، جانِ بصارت، آہوئے سبزہ زارِ حقیقت
دیدۂ وحدت جوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

لوحِ جبیں تھی عرش کا تارا اور پسینہ تھا چمن آرا

عنبر سارا بوئے محمد صلی اللہ علیہ و سلم

یادِ خدا سے خوب مجلّٰی، فکرِ سوا سے صاف مبرّا

ظرفِ دل یکسوئے محمد صلی اللہ علیہ و سلم

وقفِ سخاوت، دستِ مکرم، سقفِ عنایت آپ کا پرچم

خلقِ مجسم، خوئے محمد صلی اللہ علیہ و سلم

میں بھی ہوں سیمابؔ نہایت منتظرِ الطاف و عنایت

دیدۂ حسرت، سوئے محمد صلی اللہ علیہ و سلم

سیمابؔ اکبر آبادی

ماہِ طیبہ، نیر بطحا ﷺ

ماہِ طیبہ ،نیر بطحا صلی اللہ علیہ و سلم

تیرے دم سے عالم چمکا صلی اللہ علیہ و سلم

تو ہے مظہرِ رب اجمل، ظل ہیں تیرے سارے مرسل

کون ہے ہمسر تیرا شاہا، صلی اللہ علیہ و سلم

تو ہے نائب ربّ اکبر ،پیارے ہر دم تیرے پر

اہلِ حاجت کا میلا ،صلی اللہ علیہ و سلم

ہر شے میں ہے تیرا جلوہ ،تجھ سے روشن دین و دنیا

بانٹا ہے تو نے نور کا باڑا ،صلی اللہ علیہ و سلم

تو چاہے وہ جو رب چاہے ،رب چاہے وہ جو تو چاہے

چاہا تیرا رب کا چاہا ،صلی اللہ علیہ و سلم

میں ہوں تنہا بن ہے سونا ،دزد ایماں سر پر پہنچا

میری خبر لے میرے مولیٰ ،صلی اللہ علیہ و سلم

[ماخوذ از ہفت روزہ "زیروزبر" ۲۰۰۵-۷-۲۵، صفحہ نمبر ۱۷]

حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ نوری

کعبۂ ایماں کوئے محمد ﷺ

روشن قرآں روئے محمدؐ ، صلی اللہ علیہِ وسلم
کعبہ ایماں کوئے محمدؐ ، صلی اللہ علیہِ وسلم

سمٹے تو محرابِ حرم ہے اور پھیلے تو بابِ حرم ہے
حسنِ خط ابروئے محمدؐ ، صلی اللہ علیہِ وسلم

سنئے اب ایک خواب کا قصہ میری تمناؤں نے دیکھا
دنیا ہے اور کوئے محمدؐ ، صلی اللہ علیہِ وسلم

ختم ہوئی وہ خون ہولی، جنگ کی بربادی بھی ہولی
کھینچنے لگے دل سوئے محمدؐ ، صلی اللہ علیہِ وسلم

آگ کے شیطاں کانپ رہے ہیں، خونی سائے کانپ رہے ہیں
سب کا رخ ہے سوئے محمدؐ ، صلی اللہ علیہِ وسلم

دنیا کی تعمیر کا نقشہ، انساں کی توقیر کا نقشہ
جلوۂ حسنِ روئے محمدؐ ، صلی اللہ علیہِ وسلم

انسانی دستور پہ بھاری، شیطانی دستور پہ بھاری
نقش و نگارِ کوئے محمدؐ ، صلی اللہ علیہِ وسلم

ہونے لگا اسلام کا چرچا، فطرت کے پیغام کا چرچا
دنیا پلٹی سوئے محمدؐ ، صلی اللہ علیہِ وسلم

[ماخوذ: 'نورانی سلام' مرتبہ: حمایت اقبال مینار بکڈ پو، حیدرآباد صفحہ ۷۵]

مجید لاہوری

صلی اللہ علیہِ وسلم

اول و اقدم، آخر و خاتم جتنا موخر، اتنا مقدم صلی اللہ علیہِ وسلم
اعلیٰ و اتقیٰ، امجد و اسعد افضل و اجمل، اُمی و اعلم صلی اللہ علیہِ وسلم
زندگی ساری جہدِ مسلسل سعی منظم، کاوش پیہم صلی اللہ علیہِ وسلم

ان کا حدیقہ، ذکر کے غنچے فکر کی کلیاں، اشک کی شبنم صلی اللہ علیہِ وسلم
ان کی دعائیں چارۂ ہر غم ان کی نگاہیں زخموں پہ مرہم صلی اللہ علیہِ وسلم
رتبہ اعلیٰ، شان نرالی صاحبِ خاتم، حاملِ پرچم صلی اللہ علیہِ وسلم
حسن ہے ان کا جانِ دو عالم خلق سے ان کے عزتِ آدم صلی اللہ علیہِ وسلم

نعیم صدیقی

رحمتِ عالم، ساقی کوثر ﷺ

آپؐ سے ایماں، آپؐ سے قرآں، صلی اللہ علیہ وسلم
جان ہے میری آپؐ پہ قرباں، صلی اللہ علیہ وسلم
رحمتِ عالم، ساقی کوثر، صلی اللہ علیہ وسلم
آپؐ کا ہر عالم پہ ہے احساں، صلی اللہ علیہ وسلم
کوئی ہوراجا،کوئی ہو بے بس،آپؐ کے ممنون ہر کس و ناکس
آپؐ کے شیدا سب ہوئے ذیشاں، صلی اللہ علیہ وسلم
آپ کے دم سے دولتِ ایماں، صلی اللہ علیہ وسلم
کیسے بھلائیں آپ کے احساں، صلی اللہ علیہ وسلم
نسلِ آدم کو دلوایا آپؐ نے رتبہ شرفِ اعلیٰ
ورنہ کہاں انسان تھا انساں، صلی اللہ علیہ وسلم
مخلوقاتِ عالم ساری ذرّہ ذرّہ آپ سے روشن
کون ہے جس پہ ہو نہ احساں، صلی اللہ علیہ وسلم
جاری ازل سے ہو جو ابد تک، پھر بھی ثنا ہو گی نہ مکمل
تشنہ نظر آئیں گے ثنا خواں، صلی اللہ علیہ وسلم
شافعِ محشر، ختمِ رُسل بھی، خیرِ امم تم رہبرِ کامل
تم ہی تو ہو ہر درد کا درماں، صلی اللہ علیہ وسلم

ہے یہ نذیرؔ اپنی بھی تمنا، روضہ اطہر پر جب پہنچیں
ہو دل اور جاں آپ پہ قرباں، صلی اللہ علیہ وسلم
ڈاکٹر نذیرؔ احمد قریشی کارنجوی

الفت ہے دل میں شاہ زمن کی بھری ہوئی

موزوں کلام میں جو ثنائے نبی ہوئی
تو ابتدا سے طبع رواں منتہی ہوئی
ہر بیت میں جو وصفِ پیمبر رقم کیے
کاشانۂ سخن میں بڑی روشنی ہوئی
عظمت رہی نہ پرتو حسن رسول سے
بے کار اے فلک شبِ مہتاب ہوئی
تاریک شب میں آپؐ نے رکھا جہاں قدم
مہتاب نقشِ پا سے وہاں روشنی ہوئی
سالک ہے جو کہ جادۂ عشقِ رسولؐ کا
جنت کی راہ اس کے لئے ہے کھلی ہوئی
آزادؔ اور فکر جگہ پائے گی کہاں
الفت ہے دل میں شاہؐ زمن کی بھری ہوئی

[ماخوذ: سیرت النبیؐ نمبر کبریٰ نومبر ۱۹۸۸ء، صفحہ ۲۸۳]

مولانا ابوالکلام آزاد

آمد صاحب خلق عظیم ﷺ

غرض دنیا میں چاروں سمت اندھیرا تھا — نشانِ نور گم تھا اور ظلمت کا بسیرا تھا
کہ دنیائے عرب کے آسماں پر ایک نور ابھرا — جہانِ کفر و باطل میں صداقت کا ظہور ابھرا
خبر سچائی کی دینے زمانے کو خبیر آیا — شہنشاہی بھی جس کے پائیں چومے وہ فقیر آیا
بھٹکتے دور کو رستہ دکھانے رہ نما آیا — سفینے کو تباہی سے بچانے ناخدا آیا
جسے حق نے کیا تسلیم ختم المرسلیں آیا — جسے دنیا نے مانا رحمت للعالمیں آیا
خلیق آیا، کریم آیا، رؤف آیا، رحیم آیا — کہا قرآں نے جس کو صاحبِ خلق عظیم آیا
بصیرت عام فرماتا ہوا مردِ بصیر آیا — اندھیرے کی حکومت میں تجلی کا سفیر آیا
بشر بن کر زمانے کا جمالِ اولیں آیا — متاعِ صدق لے کر صادق الوعد و امیں آیا
وہ آیا فقر فخری رتبہ ہے جس کی عنایت کا — وہ آیا جو معلم ہے زمانے میں دینِ فطرت کا
وہ آیا جس کو کہیے فخرِ آدمؑ، ہادئ اکرمؐ — وہ آیا جس کو کہیے زندگی کا محسنِؐ اعظم
سراپا علم بن کر صاحبِ اُمّ الکتاب آیا — زمینِ تشنہ لب کی زندگی بن کر سحاب آیا
تجلی عام فرماتا ہوا شمس الضحیٰ آیا — امام الانبیا آیا، محمد مصطفیٰ آیا
محمد مصطفیٰ یعنی وہ محبوبِ خدا آیا — دلوں نے سرخوشی پائی کہ احمدِ مجتبیٰ آیا
کبھی پھرتا رہا جو زندگی کی چشمِ حیراں میں — وہی جلوہ سمٹ کر آ گیا خود بزمِ امکاں میں
نویدِ جانفزا پائی یتیموں نے، غریبوں نے — غلاموں، بے سہاروں، بے کسوں، آفت نصیبوں نے
پیامِ زندگی مل رہا تھا، زیر دستوں کو — قضا آنکھیں دکھاتی پھر رہی تھی خود پرستوں کو
دلِ دنیا سے ہر ارمان اٹھتا تھا دعا بن کر — مسرت ناچتی تھی چار جانب یہ نوا بن کر

جگن ناتھ آزاد

غلامی شہ لولاک مانگوں

زمیں پر رفعتِ املاک مانگوں
درِ خیرالوریٰ کی خاک مانگوں

نظر آئے مجھ جلوہ نبیؑ کا
بصارت کے لئے ادراک مانگوں

تلاطم بحرِ مدحت میں بہت ہے
میں ذہن و فکر بھی تیراک مانگوں

ہوں ان کا امتی جب میں نہ پھر کیوں
صفا اور صدق کی پوشاک مانگوں

بہ فیضِ مدح سرکارِ دو عالم
سخن کے شہر میں املاک مانگوں

اک ادنیٰ سی نظر کافی ہے ان کی
زیادہ کیا دل صد چاک مانگوں

خدا کا لطف ہو ابرار تو میں
غلامی شہِ لولاک مانگوں

خالق کی شان دیکھئے شانِ رسول میں

اظہارِ حق ہے طرزِ بیانِ رسول میں
اللہ بولتا ہے زبانِ رسول میں

جیسے قمر ہے مہر کا پرتَو لئے ہوئے
خالق کی شان دیکھئے شانِ رسول میں

تیرِ قضا کا ترکش حق میں قیام ہے
چلتا مگر ہے رکھ کے کمانِ رسول میں

سب سے عزیز شے کی قسم کھائی جاتی ہے
سوگندِ رب ہے ہستی و شانِ رسول میں

واعظ یہاں ہے سایہ طوبیٰ کا ذکر ہیچ
وہ رفعتیں ہیں سروروانِ رسول میں

دیکھا جہاں نے چاند کے دو ٹکڑے کردئے
مشہور وصف ہے یہ نشانِ رسول میں

غالبؔ ثنائے خواجہ تو رب کے حضور کر
بس وہ ہے ایک مرتبہ دانِ رسول میں

[ماخوذ: رسولؐ نمبر ماہنامہ حسنِ اخلاق اکتوبر ۱۹۹۲، صفحہ ۲۰]

(مرزا غالبؔ کی فارسی نعت کا منظوم اردو ترجمہ)

ابرار کرتپوری

واہ! کیا فیض مصطفائی ہے

زندگی ، زندگی نے پائی ہے — واہ ! کیا فیض مصطفائی ہے
اسؐ پہ قربان سب خدائی ہے — اس نے صورت ہی ایسی پا ئی ہے
میں بھی اِس شمع کا ہوں پروانہ — میں نے بھی اس سے لو لگائی ہے
اس کا غم ، ہر غم دو عالم سے — ایک پر وا نہ رہائی ہے
کنکروں کو بنا دیا ہیرا — واہ ! کیا معجزہ نمائی ہے
ایک ویراں چمن تھی یہ دنیا — وہ جب آئے بہار آ ئی ہے
شاہِ کونین اور تختِ شہی — ایک ٹوٹی ہوئی چٹائی ہے
وہ ہے رحمت ہی رحمت اے زاہدؔ — دلربائی ہی دلربا ئی ہے

[ماخوذ: از ماہنامہ نور "دسمبر ۱۹۹۰ء"]

ابوالمجاہد زاہدؔ

میں بھی ہوں گدائے درِ سلطانِ مدینہ

بے فکر ہے ہر بے سروسامانِ مدینہ — اللہ کا مہمان ہے مہمانِ مدینہ
ہر سینۂ مومن میں اجالا ہے اسی سے — روشن ہے جو یہ شمعِ شبستانِ مدینہ
ایک عمر سے تھا ماہیِ بے آب کی صورت — سینے میں لئے حسرت و ارمانِ مدینہ
جو جس نے یہاں مانگ لیا لے گیا ہے — اللہ رے درِ سیّد ذی شانِ مدینہ
ہر شخص ہے دیوانۂ دیدار و شفاعت — ہر چہرہ ہے آئینہ حیرانِ مدینہ
پھیلائے شاہوں نے جہاں بھیک کو دامن — میں بھی ہوں گدائے درِ سلطانِ مدینہ
ہر شخص کے چہرے پہ ٹھٹکتی نگاہیں — شاید ہو کوئی صاحبِ عرفانِ مدینہ

[ماخوذ: 'فیصل ہند' ۲۰۰۵ء، سرِ ورق کی پشت پر]



مری کاوشِ نظر نے مرے ذوقِ معتبر نے — بہ کمالِ فکر دیکھی یہ حقیقتِ درخشاں

تو ہجومِ دو جہاں میں ہے وہ پیکرِ محاسن
ہوئی جس میں آ کے مدغم ہمہ کائناتِ یزداں
تجھے پیشکش بتایا ہے شبابِ ارتقا نے
تری پیشکش کے قرباں تری پیشکش ہے قرآں

[ماخوذ: 'مقاماتِ' از احسان دانش، صفحہ ۲۰]

احسان دانش

دل کے پردوں میں مچلتی ہے تمنّائے حجاز

کس نے پھر چھیڑ دیا قصہ لیلائے حجاز
دل کے پردوں میں مچلتی ہے تمنائے حجاز
بھر کے دامن میں غریبوں کی دعائیں لے جا
اے نسیمِ سحر اے بادیہ پیمائے حجاز
بزمِ ہستی میں ہے ہنگامہ محشر برپا
اب تو ہو خواب سے بیدار مسیحائے حجاز
مئے افرنگ میں باقی نہ رہا کوئی سرور
ہم نے جس دن سے چکھی ہے مئے مینائے حجاز
دلِ دیوانہ دعا مانگ وہ دن پھر آئے
وہی ہم ہوں وہی سجدے، وہی صحرائے حجاز
کون سے خواب میں ہے محو تو اے روحِ بلال
گونج اٹھے پھر تیری تکبیر سے دنیائے حجاز
خاکِ یثرب کے ذرّے سے آتی ہے صدا
اخترؔ خاک نشیں ناصیہ فرسائے حجاز

[ماخوذ: رسولؐ نمبر ماہنامہ حسنِ اخلاق اکتوبر ۱۹۹۲، صفحہ ۸۹]

اختر شیرانی

تحریر کروں اسمِ نبیؐ، ہدیۂ جاں سے

ذکر ان کا ابھی ہو بھی نہ پایا ہے زباں سے
دل میں یہ اجالے اتر آئے کہاں سے
لوں سانس بھی آہستہ کہ یہ جائے ادب ہے
تحریر کروں اسمِ نبیؐ، ہدیۂ جاں سے
کرنیں سی چٹک جائیں اس حجرۂ دل میں
تم ان کو پکارو تو حضورِ دل و جاں سے
ہر دور کی امید ہیں ہر عہد کا پیماں
پہچان ہے ان کی نہ زمیں سے نہ زماں سے
وہ جس کی طلب گار ہے خود رحمتِ یزداں
زینت ہے دو عالم کی اسی سرورِ رواں سے

ذکر ان کا ابھی ہو بھی نہ پایا ہے زباں سے دل میں یہ اجالے اتر آئے کہاں سے

[ماخوذ: ماہنامہ 'ہدیٰ' دسمبر ۲۰۰۸ء، صفحہ ۵۲]

ادا جعفری

حبیبِ خدا سید المرسلین ﷺ

اسی سے ہے مقصود اصلی خطاب
وہی ہے گا مضمونِ اُمّ الکتاب

خصوصاً کہ جو اکمل انسان ہے
وہ سارے صحیفوں کا عنوان ہے

وہ انسان اکمل ہے سنتے ہو! کون ؟
ہوئے مفتخر جس سے یہ دونوں کون

نبی البرایا ، رسول کریمؐ
نبوت کے دریا کا دُرِ یتیم

حبیبِ خدا سید المرسلین
شفیع الوریٰ ہادی راہ دین

محمدؐ ہے نام ان کا احمدؐ لقب
بیاں ہو سکے منقبت ان کی کب

دل ان کا جو ہے مخزن سرِّ غیب
مبرّا خطا سے ہے بے شک و ریب

زباں ان کی ہے ترجمانِ قدم
ہوا باغ دیں جس سے رشک ارم

بہ ظاہر جو ہے مقطع انبیاؑ
حقیقت میں ہے مطلع اصفیا

ہے اول ہی پیدا ہوا ان کا نور
بہ ظاہر کیا گو کہ آخر ظہور

جو اس میں تامل ذرا کیجیے
ابھی نکتہ باریک پا لیجیے

کہ جب سب سے اکمل وہ انساں ہوا
تو بے شک وہ تصویر رحماں ہوا

ہے دستور ہے یہ ناظموں کا تمام
کہ آخر کو ہوتا ہے ناظم کا نام

سو تھا انبیاؑ کا قصیدہ عجیب
ہوا ختم اس کا بہ نہج غریب

تخلص کا موقع تھا یا دو جہاں
سو تصویر ناظم ہوئی واں عیاں

الٰہی ہزاروں درود اور سلام
تو بھیج ان پر اور اُن کی امت پر عام

[ماخوذ: 'ارمغانِ نعت'، شفیق بریلوی، صفحہ ۱۱۴]

حضرت شاہ اسماعیل دہلوی

ہفت درود محمود

خلیل کی تھی جو اشارت | اور ابنِ مریم کی جو بشارت
ظہورِ احمد سے تھی عبارت | سمجھ گئے صاحبِ بصارت
کہ اب گری کفر کی عمارت | گھٹے گی فارس کی اب حرارت
مٹے گی روما کی اب شرارت | لٹے گی اب مصر کی امارت
خزانہ ہرقل کا ہوگا غارت | بڑھے گا تقویٰ بھی اور طہارت
ہے باغِ اسلام کی نضارت | نیا ہے سلطاں، نئی وزارت

صلوٰۃ اس پر، سلام اس پر | اور اس کی سب آلِ باصفا پر
اور اس کے اصحابِ با وفا پر | اور اس کے اصحابِ اتقا پر

وہ اوجِ پیغمبری کا تارا | ہوا ہے مکہ میں جلوہ آرا
کرے گا جو ماہ کو دوپارا | ہے جس کا قوسین تک گزارا
وہ امتوں کے لیے سہارا | وہ جس نے اخلاق کو سنوارا
کرے جو صورت کوئی نظارا | مہابت اس پر ہو آشکارا
ہے زلزلہ میں جہان سارا | محل کسریٰ و ملک دارا
نہیں اطاعت سے اس کی چارا | یہود ہو یا کوئی نصاریٰ

صلوٰۃ اس پر، سلام اس پر | اور اس کی سب آلِ باصفا پر
اور اس کے اصحابِ با وفا پر | اور اس کے اصحابِ اتقا پر

وہ جلوۂ نورِ کبریائی | وہ صاحبِ دعوتِ خدائی
وہ عینِ تقویٰ و پارسائی | بنائے بت خانہ اُس نے ڈھائی
وہ قربِ حق میں جسے رسائی | مجتبائی و مصطفائی
ہے دھوم توحید کی مچائی | کہ خود بتوں نے بھی دی دہائی
عرب کو انسانیت سکھائی | دلوں سے کینہ کی کی صفائی
ہر ایک برائی کی جڑ مٹائی | مری ہوئی قوم پھر جلائی

صلوٰۃ اس پر، سلام اس پر
اور اس کی سب آلِ باصفا پر

اور اس کے اصحابِ باوفا پر
اور اس کے اصحابِ اتقا پر

وہ علم و حکمت سکھانے والا
پیام حق کا وہ لانے والا

کلام حق کا سنانے والا
عذاب حق سے ڈرانے والا

وہ رسم بد کا چھڑانے والا
وہ جہل و بدعت مٹانے والا

وہ بت پرستی اٹھانے والا
وہ سیدھا رستہ چلانے والا

خدا پرستی بتانے والا
وہ عاصیوں کو بچانے والا

مقام محمود پانے والا
وہ بیت اقصیٰ کا جانے والا

صلوٰۃ اس پر، سلام اس پر
اور اس کی سب آلِ باصفا پر

اور اس کے اصحابِ باوفا پر
اور اس کے اصحابِ اتقا پر

وہ جلوہ ہے نور کبریا کا
وہ صدر ہے بزم اصطفا کا

امام ہے خیل انبیا کا
ہے پیشوا مسلک ہدیٰ کا

معین انصاف اور وفا کا
مٹانے والا ہے وہ جفا کا

طبیب ہے شرک اور ریا کا
کہ خاص بندہ ہے وہ خدا کا

ہے آئینہ صدق اور صفا کا
وہ شاہ تسلیم اور رضا کا

وہ قبلہ ہر شاہ کا گدا کا
وہ کعبہ ابرار و اصفیا کا

صلوٰۃ اس پر، سلام اس پر
اور اس کی سب آلِ باصفا پر

اور اس کے اصحابِ باوفا پر
اور اس کے اصحابِ اتقا پر

نبی اُمّی لقب ہے اس کا
نسب میں خورشید ہاشمی تھا

نہ کچھ کسی سے پڑھا نہ لکھا
وہ ان پڑھوں میں ہوا تھا پیدا

نہ اس کے سر پر پدر کا سایا
نہ اُس کو استاد نے پڑھایا

کہ اُس پہ روح الامین آیا
کلام ربی اسے سکھایا

وہ بحر اعظم تھا علم حق کا
نہ تھا وہ محتاج علم اشیا

اُسے تھا مکشوف رمز اولیٰ
اسے تھا معلوم سرِّ اخریٰ

صلوٰۃ اس پر، سلام اس پر — اور اس کی سب آلِ باصفا پر
اور اس کے اصحابِ با وفا پر — اور اس کے اصحابِ اتقا پر

وہ فخرِ آدم ،امانِ عالم — امینِ محکم ،رسولِ اکرم
محیطِ اعظم، زغیبِ ملہم — بہ وحی محرم ،شہِ مُسلّم
عرب کے اندر وہی معظم — عجم کے اندر وہی مکرم
لگا کے آدم سے تابہ ایں دم — ظہور اس کا ہے بعد آدم
وجود اس کا مگر مقدم — وہ نورِ حق تھا ولے مجسم
کیا مدینے کو سبز خرم — درود محمود بھیج پیہم

صلوٰۃ اس پر، سلام اس پر — اور اس کی سب آلِ باصفا پر
اور اس کے اصحابِ با وفا پر — اور اس کے اصحابِ اتقا پر

[ماخوذ: ''کلیاتِ اسمٰعیل میرٹھی''،صفحہ ۱۵۴-۵۷]

از : اسمٰعیل میرٹھی

آپؐ نورالہدیٰ، آپؐ خیرالوریٰ

آپؐ شمس الضحیٰ، آپؐ بدرالدجیٰ — آپؐ نورالہدیٰ، آپؐ خیرالوریٰ
جن کی توصیف میں ہے کتابِ ہدیٰ — ان کی تعریف بھی ہم کریں کیا بھلا
خود خدا بھی گواہ جن کے ہے حسن کا — کر سکیں کیا بیاں، ان کا ہم مرتبہ
آپؐ صلِّ علیٰ، آپؐ صلِّ علیٰ — آپؐ نورالہدیٰ، آپؐ خیرالوریٰ

☆☆☆

ہے ازل تا ابد، سب سے بہتر اگر — کوئی تخلیق تو، ہے وہ خیر البشر
آپؐ کے نور سے ہیں شجر اور حجر — یہ زمیں آسماں ، گردشِ بحر و بر
شکلِ آدمؑ میں بھی آپؐ کا نور تھا — آپؐ نورالہدیٰ، آپؐ خیرالوریٰ

☆☆☆

آپؐ اعلیٰ نسب، آپؐ امی لقب — آپؐ شاہِ عرب، آپؐ محبوبِ رب

آپؐ ہیں با ادب، آپؐ ہیں با ادب	دلبرِ کبریا، سرورِ انبیاء
آپؐ نورالہدیٰ، آپؐ خیرالوریٰ

☆☆☆

آپؐ ہیں محترم، آپؐ ہیں محتشم	آپؐ شاہِ عجم، آپؐ خیرالامم
مدحِ احمد رقم، کرتی جائے قلم	مصطفیٰؐ، مصطفیٰؐ پڑھتے جاتے ہیں ہم
آپؐ ہیں مصطفیٰؐ، آپؐ ہیں مجتبیٰ	آپؐ نورالہدیٰ، آپؐ خیرالوریٰ

☆☆☆

مسجدِ اقصیٰ میں، سب نبی مقتدی	مقتدی سب نبی، آپؐ امام النبی
پھر سواری گئی تا فلک آپؐ کی	سیر فردوس کی اور دوزخ کی کی
رات معراج کی، احمدِ مصطفیٰؐ	آپؐ نورالہدیٰ، آپؐ خیرالوریٰ

☆☆☆

ہے شفاعت کی اشفاقؔ کو آرزو	حوضِ کوثر پہ جب آپؐ ہوں رو بہ رو
دیکھ لیں آپؐ کا چہرۂ خوبرو	چھوڑ دیں ہاتھ سے ہم بھی جام و سبو
آپؐ کا حسن بھی، آفریں مرحبا	آپؐ نورالہدیٰ، آپؐ خیرالوریٰ

[ماخوذ: ماہنامہ 'پاکیزہ آنچل' اکتوبر ۱۹۹۸، صفحہ ۴۵]

اشفاقؔ کارنجوی، باڑے گاؤں

دل نثار مصطفیٰؐ جاں پائمالِ مصطفیٰؐ

دل نثار مصطفیٰؐ جاں پائمالِ مصطفیٰؐ	یہ اویسِ مصطفیٰؐ ہے وہ بلالِ مصطفیٰؐ
دونوں عالم تھے مرے حرفِ دعا میں غرق محو	میں خدا سے کر رہا تھا جب سوالِ مصطفیٰؐ
سب سمجھتے ہیں اسے شمعِ شبستانِ حرا	نور ہے کونین کا لیکن جمالِ مصطفیٰؐ
عالمِ ناسوت میں اور عالمِ لاہوت میں	کوندتی ہے ہر طرف برقِ جمالِ مصطفیٰؐ
عظمتِ تنزیہہ دیکھی، شوکتِ تشبیہہ میں	ایک حالِ مصطفیٰؐ ہے ایک قالِ مصطفیٰؐ

دیکھئے کیا حال کر ڈالے شبِ یلدائے غم
ہاں نظر آئے ذرا صبحِ جمالِ مصطفیٰ

ذرہ ذرہ عالمِ ہستی کا روشن ہو گیا
اللہ اللہ شوکت و شانِ جمالِ مصطفیٰ

[ماخوذ: 'ارمغانِ نعت' ساجد صدیقی والی آسی، صفحہ ۱۴۲]

بہ روحِ اعظم پاکش درودِ نامحدود

کچھ اور عشق کا حاصل نہ عشق کا مقصود
جز ایں کہ لطفِ خلش ہائے نالۂ بے سود

اگر خموش رہوں میں تو، تو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کہا تو ترا حسن ہو گیا محدود

مقامِ جہل کو پایا نہ علم و عرفاں نے
میں بے خبر ہوں باندازۂ فریبِ شہود

چلوں میں جانِ حزیں کو نثار کر ڈالوں
نہ دیں جو اہلِ شریعت جبیں کو اذنِ سجود

وہ سرورِ دو جہاں وہ محمدِ عربی
بہ روحِ اعظم پاکش درودِ نا محدود

ضیائے حسن کا ادنیٰ سا یہ کرشمہ ہے
چمک گئی ہے شبستانِ غیب و بزمِ شہود

کچھ اِس اَدا سے اُس نے مرا مدعا پوچھا
ڈھلک پڑا مری آنکھوں سے گوہرِ مقصود

[ماخوذ: رسولؐ نمبر ماہنامہ حسنِ اخلاق اکتوبر ۱۹۹۲، صفحہ ۷۷]

اصغر گونڈوی

مدینے کا سفر ہے اور میں نم دیدہ نم دیدہ

مدینے کا سفر ہے اور میں نم دیدہ نم دیدہ
جبیں افسردہ افسردہ، قدم لغزیدہ لغزیدہ

چلا ہوں ایک مجرم کی طرح میں جانبِ طیبہ
نظر شرمندہ شرمندہ، بدن لرزیدہ لرزیدہ

کسی کے ہاتھ نے مجھ کو سہارا دے دیا ورنہ
کہاں میں اور کہاں یہ راستے پیچیدہ پیچیدہ

غلامانِ محمدؐ دور سے پہچانے جاتے ہیں
دل گرویدہ گرویدہ، سر شوریدہ شوریدہ
کہاں میں اور کہاں اس روضۂ اقدس کا نظارہ
نظر اس سمت اٹھتی ہے مگر دزدیدہ دزدیدہ
مدینے جاکے ہم سمجھے، تقدس کس کو کہتے ہیں
ہوا پاکیزہ پاکیزہ، فضا سنجیدہ سنجیدہ
بصارت کھوگئی لیکن بصیرت تو سلامت ہے
مدینہ ہم نے دیکھا ہے مگر نادیدہ نادیدہ
وہی اقبالؔ جسے کل ناز تھا اپنی خوش مزاجی پر
فراقِ طیبہ میں رہتا ہے اب رنجیدہ رنجیدہ

[ماخوذ: ماہنامہ 'آج کی خاتون' فروری ۱۹۹۱]

اقبالؔ عظیم

جبریل بھی شیدا ہے ان کے یہ شانِ نبوت کیا کہنا

یہ جلوۂ حسن سبحان اللہ یہ نورِ ہدایت کیا کہنا
جبریل بھی شیدا ہے ان کے یہ شانِ نبوت کیا کہنا
وہ کفر کی ظلمت دور ہوئی اور محفلِ دل پُرنور ہوئی
یہ مہرِ ہدیٰ سبحان اللہ یہ صبحِ سعادت کیا کہنا
جس دل میں ہو نور، کرسی و عرش اس دل کی بلندی، صلِّ علیٰ
جس سینے میں قرآں اترا ہو اس سینے کی عظمت کیا کہنا
تسبیح سے دنیا گونج اٹھی تکبیر کا غُل تا عرش گیا
تاثیرِ ہدایت صلِّ علیٰ یہ جوشِ عبادت کیا کہنا

نغمہ ہے ترا دل کش اکبر مضموں ہے ترا پاکیزہ تر
بلبل کے ترانے صلِ علیٰ پھولوں کی لطافت کیا کہنا

[ماخوذ: 'ارمغانِ نعت' ساجد صدیقی والی آسی، صفحہ ۱۱۰]

اکبر الہ آبادی

زمانے میں اجالا ہے شہِ ابرار کے دم سے

محمد مصطفیٰؐ کے احمدِ مختارؐ کے دم سے
زمانے میں اجالا ہے شہِ ابرار کے دم سے
گلوں میں تازگی ہے اور کلیوں پر تبسم ہے
فضاؤں میں روانی ہے مرے سرکار کے دم سے
مدینے والے کے دم سے ہیں بحر و بر کے نظارے
فلک پر نور ہے نبیوں کے اک سردار کے دم سے
چمکتے ہیں یہ سورج چاند تارے ان کے صدقے میں
منور کہکشاں ہیں سیدِ سالار کے دم سے
شہِ کونین کی نسبت نے بخشا ہے شرف ہم کو
ہم عاصی عافیت میں ہیں خدا کے یار کے دم سے
صداقت آئی دنیا میں، شرافت آئی دنیا میں
امینوں کے امیں، حق کے علمبردار کے دم سے

احمد امام بالاپوری

قصیدۂ بے نقطہ

محمدؐ سرور سردار عالم
محمدؐ مالک و سالار اکرم

محمدؐ ماہر اسرار مولا
محمدؐ سر گروہ وُلد آدم

محمدؐ حامد و محمود و مسعود
محمدؐ اکمل اولاد آدم

محمدؐ دادگر دارالحکم کا
لواء الحمد کا سردار محکم

وہ مالک کل اور کل اس کا مملوک
کلاہ و کلک کل اس کو مسلم

لگا روح عدو کو رمح اس کا
ہوا مہموم ہر مطرود اس دم

سوار راہوار راہ ہموار
عمامہ مہر اللہ کا معمم

ہوا مولود و سردار کل کا
ہوا کسریٰ کا گھر اُس دم مہدم

علوم اللہ کل معلوم اس کو
دوام اللہ اعلیٰ کا معلم

ہمام حومہء احرار احمد
سوار ادھم لولاک و ارحم

کلام لا الہ کا مکلم
وہ مورَد سورۂ طاہا کا اور عم

درود لا عدو اللہ کا اس کو
الی مر الدہر مرسوم ہر دم

محمدؐ عرعر و سرو مطرّا
محمدؐ علم اللہ کا معلم

محمدؐ صدر مرسل ماہ کامل
علَم وہ اور ہمہ عالم ہُوا کم

حسام و کلک کا مالک محمدؐ
ہوا ملک صمد اس کو مسلم

مرحَل مرط اور حلس دردا کو
رکھا مس رسول اللہ مکرم

علمدار اداء الحمد وَاللہ
امام کل عوالم اور آدم

مدار دور عالم مورد کل
رسول اللہ وہ ماء و گلِ آدم

محمدؐ حومۂ مرسل کا سردار
امام کل ملک صدر مکرم

گل احمر دُر داماء احمدؐ
دوائے دود صلی اللہ و سلم

درود اللہ کا اس ماہ سما کو
رَواح دہر ہو واصل دمادم

لکھا وَاللہ رسول اللہ کا احوال　　رسول اللہ کا مملوک اس دم
رکھا کل مہملہ ہر گھر کا مصرع　　محمدؐ کا سدا مملوک محکم
لکھا بے نقطہ امجد نے قصیدہ　　و صلی اللہ علیٰ احمد و سلم

امجد حسین خطیب بالاپوری

دونوں جہاں میں مجھ کو وسیلہ ہے آپؐ کا

کر کے نثار تم پہ گھر بار یا رسولؐ　　اب آ پڑا ہوں آپؐ کے دربار یا رسولؐ
عالم نہ متقی ہوں نہ زاہد نہ پارسا　　ہوں امتی تمہارا گنہگار یا رسولؐ
دونوں جہاں میں مجھ کو وسیلہ ہے آپؐ کا　　کیا غم ہے گرچہ میں ہوں بہت خوار یا رسولؐ
ذات آپؐ کی تو شفقت و رحمت ہے سر بسر　　میں گرچہ ہوں تمام خطا کار یا رسولؐ
کیا ڈر ہے اس کو لشکرِ عصیان و جرم سے　　تم سا شفیع ہو جس کو مددگار یا رسولؐ
ہو آستانہ آپؐ کا امداد کی جبین　　اور اس سے زیادہ کچھ نہیں درکار یا رسولؐ

[ماخوذ: 'نقوشِ رسول نمبر' جلد دہم، صفحہ ۶۵۴]

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

یا رسول اللہ

ذرا چہرے سے پردے کو اٹھاؤ یا رسول اللہ
مجھے دیدار ٹک اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ

مولائے جہاں رہبرِ عشاق محمدؐ

اے عشق مجھے شاہدِ اصلی کو دکھالا
قم خُذْ بِیَدِی • وَ فَضْلُ اللہ تعالیٰ

ہے تجھ کو جنوں کی قسم اے جذبِ محبت
اس نورِ تجلّی کی جھلک مجھ کو جھنکالا

اتنا تو پھرا وادیِ وحشت میں کہ میرے
ہے پائے نظر میں بھی پڑا اشک کا چھالا

سوجھے ہے مجھے عالمِ اطلاق کی منزل
الفت نے تو تقلید کی منزل سے نکالا

ہر چند کہ عاصی ہوں پر اُمّت میں ہوں اس کی
جس کا ہے قدم عرشِ معلّیٰ سے بھی بالا

مولائے جہاں رہبرِ عشاق محمدؐ
سب عقدۂ مشکل کا مِرے کھولنے والا

[ماخوذ: 'اردو کی نعتیہ شاعری' از ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ، صفحہ ۳۷-۳۸]

انشاء اللہ خاں انشاؔئ

سرخیلِ مرسلین و شفاعت گرِ اُمم

اے سرورِ دو کون شہنشاہِ ذوالکرم
سرخیلِ مرسلین و شفاعت گرِ امم

رنگِ ظہور سے ترے گلشنِ رخ حدوث
نورِ وجود سے ترے روشن دلِ قدم

صدقے زمیں کے ہوتا نہ پھر پھر کے آسماں
رکھتا سرِ زمیں نہ اگر اپنا تو قدم

محروم تیرے دستِ مبارک سے رہ گیا
کیونکر نہ اپنا چاک گریباں کرے قلم

واللیل تیرے گیسوئے مشکیں کی ہے ثنا
والشمس ہے تیرے رخِ پر نور کی قسم

تیری جنابِ پاک میں ہے یہ ظفر کی عرض
صدقے میں اپنے آل کی اے شاہِ محتشم

صیقل سے اپنے لطف و عنایت کے دور کر
آئینہ ضمیر سے میرے غبارِ غم

پر خاکِ آستاں کو تیری اپنی چشم میں
کرتا ہوں سُرمہ میلِ تصور سے دم بدم

[ماخوذ: رسولؐ نمبر ماہنامہ حسنِ اخلاق اکتوبر ۱۹۹۲، صفحہ ۵۶]

بہادر شاہ ظفرؔ

حبیبِ خدا ہیں ہمارے محمد ﷺ

نہ پوچھو کہ کیا ہیں ہمارے محمدؐ
شہِ دو سرا ہیں ہمارے محمدؐ

انہیں نے بتائیں ہمیں حق کی باتیں
رسولِ خدا ہیں ہمارے محمدؐ

نہ کیوں ان پہ صدقے ہو سارا زمانہ
حقیقت نما ہیں ہمارے محمدؐ

زمیں بھی ہے ان کی زماں بھی ہے ان کا
شہِ دو سرا ہیں ہمارے محمدؐ

نہیں بات خالی کسی کی بھی جاتی
بڑے پُر عطا ہیں ہمارے محمدؐ

ہمیں خوف محشر کا بہزادؔ کیوں ہو
حبیبِ خدا ہیں ہمارے محمدؐ

بہزاد لکھنوی

بخشنے والوں کی محفل میں آپ ہی کی شنوائی ہے

لہک اٹھی دیوار سے دستک نور بھری انگنائی میں
آج میرے گھر عید ہے یارو یاد نبی کی آئی ہے

انگ انگ میں رنگ ہے ان کا سانس سانس میں ان کی مہک ہے
پور پور میں ان سے ملن کی مچلی ہوئی انگڑائی ہے

تیز ہواؤ! مجھ کو خدارا طیبہ نگر تک پہنچادو
میں ہوں جہاں اب اس بستی میں پگ پگ پل کٹھنائی ہے

حشر کے دن بھی میری زباں پر نعت شہِ لولاک ہی ہو
کاش میرے آقا فرمادیں یہ تو میرا سودائی ہے!

مجھ کو نبی کی بیکل کہہ کر انگلی لوگ اٹھاتے ہیں
کتنی مقدس کتنی مقدر والی میری رسوائی ہے

میں بیکلؔ ماحول کا مارا لاج رکھو میری حشر کے دولہا
بخشنے والوں کی محفل میں آپ ہی کی شنوائی ہے

[ماخوذ: ''بارشِ انوار'' نعتوں کا مجموعہ، صفحہ ۴]

بیکل اتساہی

جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور ہے دل کے نگینے میں

عجب احساس ہے شامل مسلماں کے قرینے میں
بڑے طوفاں ڈبو رکھے ہیں اس ٹوٹے سفینے میں
جمالِ مصطفیٰ کا نور ہے دل کے نگینے میں
سمندر میں سفینہ ہے، سمندر ہے سفینے میں
نہ چھیڑ اَے گردشِ دورِ حوادث بے سہاروں کو
ابھی تو بے سہاروں کا سہارا ہے مدینے میں
بشر کی کیا رسائی فکرِ روح القدس کیا سمجھے
محمدؐ آج تک اک راز ہے فطرت کے سینے میں
گدا کو جب بھی وہ چاہیں شہنشاہی عطا کردیں
کمی تا حشر ہوسکتی نہیں ، ان کے خزینے میں
عقیدت والے ان کا نام لے کر پار ہوتے ہیں
منافق بیٹھے بیٹھے ڈوب جاتے ہیں سفینے میں
پکارو تو ذرا دل سے وہ سنتے ہیں صداؤں کو
رگِ جاں کے قریب رہتے ہیں، رہتے ہیں مدینے میں
ہو دامن ان کا میرے ہاتھ میں اور دم نکل جائے
یہ مرنا تو نہیں بیکلؔ، یہاں جینا ہے جینے میں

[ماخوذ: ماہنامہ 'استقامت' کانپور، ستمبر ۱۹۸۶، صفحہ ۱۳]

بیکلؔ اتساہی

یہ کون و مکاں جلوۂ تنویر محمدؐ

ہے کن فیکوں حرفِ عنا گیر محمدؐ
یہ کون و مکاں جلوۂ تنویر محمدؐ

دنیا کو دیا وحدتِ معبود کا نعرہ
چونکا گئی کونین کو تقریر محمدؐ

ہر شاہ و گدا ان کے غلاموں میں ہے شامل
عالم یہ حقیقت میں ہے جاگیرِ محمدؐ

رہتے ہیں تصور میں سدا آپؐ کے جلوے
دل میں جو نہاں رہتی ہے تصویرِ محمدؐ

جنت میں ملیں گے اسے خوشیوں کے خزانے
دنیا میں جو ہر وقت ہے دلگیر محمدؐ

یہ ارض و سما کیوں نہ لیں ہر وقت بلائیں
جب خود ہی خدا کرتا ہے توقیرِ محمدؐ

اس نعت کے صدقے میں عطا ہو مجھے عزت
عالم میں ہو مشہور یہ تحریر محمدؐ

کیوں کر نہ مقدر پہ مجھے ناز ہو پاگلؔ
دل ہے میرا وابستہ زنجیر محمدؐ

[ماخوذ: ماہنامہ 'گونج'، ستمبر ۲۰۰۵ء، صفحہ ۴]

پاگل عادل آبادی

محمدؐ ہے نبی ممدوحِ ذاتِ کبریائی

محمدؐ ہے نبی ممدوح ذاتِ کبریائی
کہے بندہ گر اس کی مدح دعویٰ ہے خدائی کا

منور کیوں نہ اس کے نور سے ہو خانۂ طاعت
کہ روشن کرنے والا ہے وہ شمع پارسائی کا

گر انبیا میں وہ ہی حق کا برگزیدہ ہے
سوا اس کے لقب کس کو ملا ہے مصطفائی کا

سراپا نورِ حق نامِ خدا کہیے نہ کیوں اس کو
کہ جس کا نقشِ پا ہو جبہ سا ساری خدائی کا

دلیل اس کی ہے یکتائی کی یہ لاریب اے جرأتؔ
کہ تھا سایہ نہ اس محبوبِ ذاتِ کبریائی کا

[ماخوذ: 'ارمغانِ نعت' ساجد صدیقی والی آسی، صفحہ ۷۹]

شیخ قلندر بخش جرأتؔ

کافی ہے بس اک نسبتِ سلطانِ مدینہ

اک رند ہے اور مدحت سلطانِ مدینہ
ہاں کوئی نظرِ رحمت سلطانِ مدینہ

تو صبحِ ازل، آئینہء حسنِ ازل بھی
اے صلِ علیٰ صورتِ سلطانِ مدینہ

اے خاکِ مدینہ تری گلیوں کے تصدق
تو خلد، تو جنت سلطانِ مدینہ

اس طرح کہ ہر سانس ہو مصروف عبادت
دیکھوں میں درِ دولت سلطانِ مدینہ

کونین کا غم، یادِ خدا، وردِ شفاعت
دولت ہے یہی دولتِ سلطانِ مدینہ

اس امتِ عاصی سے نہ منہ پھیر خدایا
نازک ہے بہت غیرتِ سلطانِ مدینہ

اے جان بلب آمدہ، ہشیار خبردار
وہ سامنے ہیں حضرتِ سلطانِ مدینہ

کچھ اور نہیں کام جگر مجھ کو کسی سے
کافی ہے بس اک نسبتِ سلطانِ مدینہ

[مدحت: ابرار کرتپوری۔ مرکزِ علم ودانش، دہلی، صفحہ ۴۳]

مدحت رسول عربی ﷺ

وہ رسولِ عربی فخرِ رسولانِ سلف
ذاتِ اقدس سے ملا جس کی زمانے کو شرف

جس پہ نازل ہوا قرآن سا کامل مصحف
جس کے تابع جن وانس، ملائک کی بھی صف

اک وہی شمعِ نبوت جو ضیا بار ہوئی
ساری تک فضا مطلع انوار ہوئی

ہر زمانہ میں پیمبر بھی، نبی بھی آئے
مصلحِ ملی و ملکی بھی رشی بھی آئے

حق کے جوئندہ بھی، حق کے ولی بھی آئے
واقف محرم سرا، ولی بھی آئے

آئے دنیا میں بہت پاک مکرم بن کر
کوئی آیا مگر رحمتِ عالم بن کر

کس نے جامِ مئے توحید پلایا سب کو
کس نے پیغامِ مساوات سنایا سب کو

راستہ کس نے حقیقت کا دکھایا سب کو
کس نے اس حسن کا دیوانہ بنایا سب کو

تم نے دیکھا ہے، بہت دفترِ پیغام اس کا
اور ایسا کوئی گذرا ہو تو لو نام اس کا

کوئی صدیقؓ سا گذرا ہو تو للہ دکھاؤ
تم نے فاروقؓ سا دیکھا ہو تو للہ دکھاؤ
کوئی عثمانؓ سا آیا ہو تو للہ دکھاؤ
کوئی حیدرؓ کا سایا ہو تو للہ دکھاؤ
ثانیِ احمدِ بے میم تو کیا لاؤ گے
اس کی امت کی مثالیں بھی نہیں ڈھونڈ پاؤ گے

[ماخوذ: 'نورانی سلام' مرتبہ: حمایت اقبال مینار بکڈپو، حیدرآباد صفحہ ۱۷]

قدرت کی آن والے رحمت کی شان والے

قدرت کی آن والے رحمت کی شان والے
تجھ پہ جہاں تصدق پاک جان والے
دونوں جہاں کی نعمت ہے مٹھیوں میں تیری
بوسیدہ کپڑے والے، ٹوٹے مکان والے
ایسے تھے آپؐ امی کھولی زبان جس دم
دم بھر بے زباں تھے ساری زبان والے
روضہ پہ اے صبا تو جا کر یہ عرض کر دے
مہجور کب تک آخر یہ ہندوستان والے
اک جنبشِ نگہ کے سب منتظر کھڑے ہیں
پُر دردِ قلب والے پُر سوز جان والے

[ماخوذ: "شعلہ طور"]

جگر مرادآبادی

شعلۂ طورِ معرفت، شمعِ حریمِ دلبری

اے کہ ترے جلال سے ہل گئی بزمِ کافری
رعشۂ خوف بن گیا رقصِ بتانِ آذری
اے کہ ترا غبارِ راہ تابشِ روئے ماہتاب
اے ترا نشانِ پا نازشِ مہرِ خاوری
تیرے کرم نے ڈال دی طرحِ خلوصِ زندگی
تیرے کرم نے بند کی رسم و رہِ ستم گری
تیری پیمبری کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے
بخشا گدائے راہ کو تو نے شکوہِ قیصری
جوشؔ کے حالِ زار پر رحم کر، تیری ذات ہے
شعلۂ طورِ معرفت، شمعِ حریمِ دلبری

[ماخوذ: ماہنامہ 'کبریٰ' سیرتِ نبی نمبر ۱۹۸۸، صفحہ ۱۷۴]

جوش ملیح آبادی

بہت مشکل ہے نعت مصطفیؐ کا حق ادا ہونا

شرف کی بات ہے مداح محبوب خدا ہونا
جنابِ سرورِ کونینؐ کا مدحت سرا ہونا

ترستے ہیں شہنشاہِ زمانہ ایسی عظمت کو
بڑی ہے خوش نصیبی آستانے کا گدا ہونا

دیارِ مصطفیؐ میں کوئی رنج و غم نہیں رہتا
کرم کی بات ہے ایسی فضاؤں میں مرا ہونا

کسی بھی دور میں یہ جذب الفت کم نہیں ہوگا
رہے گا یوں ہی ناموس رسالت پر فدا ہونا

فقط اہل بصیرت ہی حقیقت کو سمجھتے ہیں
رسول پاکؐ کے نقش قدم کا رہنما ہونا

رقم کرتا ہوں جب نعتیں بڑی تسکین ہوتی ہے
دلیلِ لطف ہے رحمت کا مجھ پر باب وا ہونا

کیا ہے عجز کا اظہار یاں ہر اک سخن ور نے
بہت مشکل ہے نعت مصطفیٰ کا حق ادا ہونا

ہے یہ بھی رحمت عالمؐ کا انداز کرم حافظ
حضوری میں ہوا محسوس اشکوں کا دعا ہونا

حافظ لدھیانوی

اے خاصہء خاصان خدا

اے خاصہ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

جس دین کے مدعو تھے کبھی قیصر و کسریٰ
خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے

جو تفرقے عوام کے آیا تھا مٹانے
اس دین میں خود تفرقہ اب آ کے پڑا ہے

جو دین کہ ہمدردِ بنی نوعِ بشر تھا
اب جنگ و جدل چار طرف اس میں بپا ہے

چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں
پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے

بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکمِ قضا ہے

دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت
سچ ہے کہ برے کام کا انجام برا ہے

ے کشتی محبت کے نگہباں — بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

ر ہیں پھر آخر ہیں تمہارے — نسبت بہت اچھی ہے مگر حال برا ہے

[ماخوذ: سہ ماہی 'ندائے مدینہ' اکتوبر-دسمبر ۲۰۱۰ء، صفحہ ۵۴]

(مولانا) الطاف حسین حالی

نعت

کوثر پہ عطا آپ کریں گے جنھیں اکواب
جنت کے کھلیں گے سنو ان لوگوں پہ ابواب

دل عشق میں سرشار ہو بس آپ کے آقا
دن رات رہے روح مری دید کو بیتاب

اے کاش تشہد میں دکھے گنبد خضرا
سجدے میں نظر آئے مجھے کعبے کی محراب

کرتا ہے فقط آپ ہی کا اسم مبارک
بالیدہ مری روح کو دل کو مرے شاداب

انجم میں کہاں لائق دیدار نبی ہوں
روضہ کی زیارت ہی کا اک بار دکھے خواب

ڈاکٹر انجم ضیاء الدین تاجی

آپ کے نام کی عظمتوں کا صلہ لازمی یا نبیؐ

آپ کے نام کی عظمتوں کا صلہ لازمی یا نبیؐ — نعت کا در کھلا، دل تلک آگئی روشنی یا نبیؐ

آپؐ نورِ خدا، آپؐ خیرالوریٰ، خاتم الانبیا — شاہِ کون ومکاں، وجہِ تخلیقِ کل آپؐ ہی یا نبیؐ

وسعتیں، عظمتیں، رفعتیں، مدحتیں آپؐ پر ختم ہیں
پھر خدا ہی خدا، اور کیا رہ گیا آخری، یا نبیؐ

خالقِ لم یزل کی مجسم ثناء مصطفیٰؐ، مجتبیٰؐ
ہم سے ممکن کہاں اس طرح آپ کی بندگی، یا نبیؐ

یا شفیع الامم! ہم گناہ گار ہیں، ہاں سزاوار ہیں
یعنی روزِ جزا بس پکاریں گے ہم یا نبیؐ، یا نبیؐ

قریہ جاں سے جب لفظِ احمدؐ اُٹھا، منکشف یہ ہوا
اسمِ اعظم ملا، گونج اٹھی مری خامشی، یا نبیؐ

روضہ پاک پر حاضری کا شرف، بھیک دیدار کی
ہاں سنور جائے گی حامدؔ اقبال کی زندگی، یا نبیؐ

[ماخوذ: 'شاعر' مئی تا دسمبر ۱۹۹۷، صفحہ ۹۱۱]

حامدؔ اقبال صدیقی

مظہرِ شانِ کبریا صلِّ علیٰ محمدؐ

مظہرِ شانِ کبریا صلِّ علیٰ محمدؐ
آئینہء خدا نما صلِّ علیٰ محمدؐ

موجبِ نازِ عارفاں باعثِ فخرِ صادقاں
سرورِ خیلِ انبیا صلِّ علیٰ محمدؐ

مرکزِ عشقِ دل کشا مصدرِ حسنِ جانفزا
صورت و سیرتِ خدا صلِّ علیٰ محمدؐ

مونسِ دل، شکستگاں، پشت پناہ، خستگاں
شافعِ عرصہ جزا صلِّ علیٰ محمدؐ

حسرتؔ اگر رکھے ہے تو بخششِ حق کی آرزو
وردِ زباں رہے سدا صلِّ علیٰ محمدؐ

[ماخوذ: 'اردو کی نعتیہ شاعری' از ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ، صفحہ ۶۶-۶۷]

پھر آنے لگیں شہرِ محبت کی ہوائیں

پھر آنے لگیں شہرِ محبت کی ہوائیں
پھر پیشِ نظر ہو گئی جنت کی فضائیں

اے قافلے والو! کہیں وہ گنبدِ خضرا
پھر آئے نظر ہم کو کہ تم کو بھی دکھائیں

ہاتھ آئے اگر خاک تیرے نقشِ قدم کی
سر پر کبھی رکھیں کبھی آنکھوں سے لگائیں

نظارہ فروزی کی عجب شان ہے پیدا
یہ شکل و شمائل، یہ عبائیں یہ قبائیں
کرتے ہیں عزیزانِ مدینہ کی جو خدمت
حسرت انہیں دیتے ہیں سب دل سے دعائیں

[ماخوذ: رسولؐ نمبر ماہنامہ حسنِ اخلاق اکتوبر ۱۹۹۲ء، صفحہ ۱۷]

(مولانا) حسرتؔ موہانی

سوئے جنت کون جائے در تمہارا چھوڑ کر

سیرِ گلشن کون دیکھے دشتِ طیبہ چھوڑ کر
سوئے جنت کون جائے در تمہارا چھوڑ کر
بے بقائے یار ان کو چین آجاتا اگر
بار بار آتے نہ یوں جبریل سدرہ چھوڑ کر
بخشوانا مجھ سے عاصی کا روا ہوگا کسے
کس کے دامن چھپوں دامن تمہارا چھوڑ کر
حشر میں اک اک کا منہ تکتے پھریں گے عدو
آفتوں میں پھنس گئے ان کا سہارا چھوڑ کر
مر کے جیتے ہیں جو ان کے در پہ جاتے ہیں حسنؔ
جی کے مرتے ہیں جو آتے ہیں مدینہ چھوڑ کر

[ماخوذ: ماہنامہ 'پیامِ تعلیم' مارچ ۲۰۰۲ء، صفحہ ۲]

(حضرت) حسنؔ رضا خاں بریلوی

محمدؐ کی مانند جگ میں نہیں

نبی کون یعنی رسولِ کریم
نبوت کے دریا کا دُرِّ یتیم
ہوا گو کہ ظاہر میں امی لقب
پہ علمِ لدنی کھلا دل پہ سب
بغیر از لکھے اور کئے بے رقم
چلے حکم پر اس کے لوح و قلم
کیا حق نے نبیوں کا سردار اسے
بنایا نبوت کا حق دار اسے
نبوت جو کی حق نے کی اس پہ تمام
لکھا اشرف الناس، خیر الانام
بنایا سمجھ بوجھ کر خوب اسے
خدا نے کیا اپنا محبوب اسے

کہوں اس کے رتبہ کا کیا میں بیاں　　کھڑے ہوں جہاں باندھے صف مرسلاں
محمدؐ کی مانند جگ میں نہیں　　ہوا ہے نہ ایسا نہ ہوگا کہیں

[ماخوذ: رسولؐ نمبر ماہنامہ حسنِ اخلاق اکتوبر ۱۹۹۲، صفحہ ۷۰]

میر حسن دہلوی

ہوا جلوہ گر آفتابِ رسالت

ہوا جلوہ گر آفتابِ رسالت زمیں جگمگائی فلک جگمگایا
مٹی دہر سے کفر و باطل کی ظلمت زمیں جگمگائی فلک جگمگایا
چلی باغِ عالم میں بادِ مسرت بر آئی بالآخر تمنائے فطرت
ہنسی زندگی جھوم اٹھی مشیت زمیں جگمگائی فلک جگمگایا
بہشتِ بریں کے کھلے باب سارے فلک سے ملائک سلامی کو اترے
ہوئی جب حبیبِ خدا کی ولادت زمیں جگمگائی فلک جگمگایا
صداقت محبت وفا کا اجالا کراں تا کراں ساری دنیا میں پھیلا
ہوئی جب نمودارِ صبحِ سعادت زمیں جگمگائی فلک جگمگایا
مساوات و انصاف کا ابر برسا ہوا دامنِ زندگی دُھل کے اجلا
فضا سے چھٹا ہر غبارِ جہالت زمیں جگمگائی فلک جگمگایا
ہوئی جلوہ ریزی جو غارِ حرا سے، زمانہ چمک اٹھا اس کی ضیا سے
ملی نوعِ انساں کو راہِ ہدایت زمیں جگمگائی فلک جگمگایا

[ماخوذ: ماہنامہ کبریٰ، صفحہ ۱۷۱]

حفیظ تائب

خوش خصال وخوش خیال وخوش خبر خیر البشر

خوش خصال وخوش خیال وخوش خبر خیر البشر
خوش نژاد وخوش نہاد وخوش نظر خیر البشر

دل نواز و دل پذیر و دلنشین و دل کشا
چارہ ساز و چارہ کار و چارہ گر خیر البشر

حسنِ فطرت، حسنِ موجودات، حسنِ کائنات
نورِ ایقاں نورِ جاں نورِ بصر خیر البشر

سر بسر مہر و مروت سر بسر صدق و صفا
سر بسر لطف و عنایت سر بسر خیر البشر

اعتدالِ دین و دنیا اتصالِ جسم و جاں
اندمالِ زخم ہر قلب و جگر خیر البشرِ

[ماخوذ: ماہنامہ پاکیزہ آنچل، صفحہ ۲۵]

حفیظ تائب

سلام

سلام اے آمنہ کے لال، اے محبوبِ سبحانی
سلام اے فخرِ موجودات، فخرِ نوعِ انسانی
سلام اے ظلِ رحمانی ، سلام اے نورِ یزدانی
ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی
ترے آنے سے سے رونق آگئی گلزارِ ہستی میں
شریکِ حال قسمت ہوگیا پھر فضلِ ربانی
سلام اے صاحبِ خلق عظیم انساں کو سکھلادے
یہی اعمال پاکیزہ یہی اشغالِ روحانی
زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی
زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہوجائے

ترے پرتو سے مل جائے ہر ایک ذرہ کو تابانی
سلام اے آتشیں زنجیر باطل توڑنے والے
سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں
سلام اس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں
سلام اس پر کہ جو زخمی ہوا بازارِ طائف میں
سلام اس پر کہ جس کے ساتھ اپنے جنگ کرتے تھے
سلام اس پر کہ جس کو مکے والے تنگ کرتے تھے

[ماخوذ: ماہنامہ پیامِ تعلیم اکتوبر ۱۹۹۷ء، صفحہ ۲]

حفیظ جالندھری

بہ روزِ محشر مجھے ان کے رو بہ رو رکھنا

مرے خدا مجھے آگاہِ رنگ و بو رکھنا
بہ روزِ محشر مجھے ان کے رو بہ رو رکھنا

نبیؐ کے دید کی حسرت ہے اس طرح جیسے
زمیں پہ رہنا، ستاروں کی آرزو رکھنا

دعائیں دیتے ہوئے آپؐ کا گذر جانا
اور اپنا جسمِ مبارک لہو لہو رکھنا

معاف کرنے کا فن آپؐ نے کیا ایجاد
مرے رسول سے سیکھے کوئی عدو رکھنا

میں نعت احمدِ مختارؐ پڑھنے والا ہوں
تم اپنے ذوقِ سماعت کو با وضو رکھنا

نہ جانے کون سی جانب سے آئے یادان کی
بچھائے اپنی نگاہوں کو چار سو رکھنا
خیالِ حفظِ مراتب رہے تمہیں خالدؔ
تم اپنی نعت میں آدابِ گفتگو رکھنا

[ماخوذ: ماہنامہ ہدیٰ ٹائمز، جون ۲۰۱۱، صفحہ ۶]

خالدؔ عرفان

بلند دنیا میں قسمت مِرے حضورؐ سے ہے

مجھے جو یہ خاص نسبت مِرے حضورؐ سے ہے
بلند دنیا میں قسمت مِرے حضورؐ سے ہے
طریقِ زندگی میرا ہو ان کی سیرت سا
عیاں تو ہو جو عقیدت مِرے حضورؐ سے ہے
انہیں کے قدموں کی برکت کا ہے اثر سارا
یہ دنیا آج بھی جنت مِرے حضورؐ سے ہے
خدا کا شکر کہ بیٹھا ہوں نعت لکھنے میں
بیاں کروں جو محبت مِرے حضورؐ سے ہے
خیال و فعل کی پاکیزگی سبحان اللہ
چمن میں دہر کے نکہت مِرے حضورؐ سے ہے
علومِ غیب کا ادراک ہے مجھے حاصل
تمام حسنِ بصیرت مِرے حضورؐ سے ہے
شیاطیں کر نہیں سکتے مجھے کبھی مغلوب
مجھے نصیب یہ طاقت مِرے حضورؐ سے ہے
مجھے غرور ہے ان کا غلام ہوں میں خلشؔ
جہاں میں یہ مِری عزت مِرے حضورؐ سے ہے

عبدالحفیظ خلشؔ تسکینی

میں غلامِ مصطفیٰ ہوں، میں ہوں شیدائے رسول

میں غلامِ مصطفیٰ ہوں، میں ہوں شیدائے رسول
میری نظروں میں بسا ہے روئے زیبائے رسول
میری جان اس پر تصدق، اس کے نامِ پاک پر
ہر بن مو سے نکلتی ہے صداہائے رسول
آب رحمت لے کے آیا سارے عالم کے لیے

تشنہ لب جتنے بھی ہوں ان کا ہے دریائے رسول
یہ وہ گلشن ہے مقدر میں نہیں جس کے خزاں
تا ابد تازہ رہیں گے یوں ہی گلہائے رسول
گونجتی ہے جب کبھی کانوں میں آوازِ اذاں
پھرنے لگا ہے نگاہوں میں سراپائے رسول

خلیل الرحمٰن اعظمی

جمالِ شاہِ امم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

جمالِ شاہِ امم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ — زِفرق تا بہ قدم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
پتہ کچھ اور ہی چلتا ہے من رانی سے — ''ان بشر'' میں ہیں ہم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
بغیر ذات، ظہورِ صفات ناممکن — وہ ہیں بہ شانِ اتم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
خدا کے نور سے وہ، ان کے نور سے سب کچھ — کہاں کے لوح و قلم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
شہود کس کو کہیں اور غیب کس کو کہیں — یہاں تو سب ہیں بہم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
وہ آپؐ اپنے مقابل محفل حُسن میں — کمالِ نورِ قدم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
ہر ایک رخ ہے مکمل، مطابق فطرت — نہ کچھ زیادہ نہ کم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
عجب ہے شرنِ مشیت مزاج جلووں کی — سب ان کے جلووں میں ضم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
زبان بن نہیں سکتی نظر کی کیفیت — تجلّیاتِ حرم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
جلے جو دامن دل، شوق شعلہ غم سے — کہو بہ دیدۂ نم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

[ماخوذ: ماہنامہ 'گونج' اگست ۱۹۹۸ء، صفحہ ۴]

خواجہ شوق

بغیر عشقِ نبیؐ، زندگی ادھوری ہے

بغیر عشقِ نبیؐ، زندگی ادھوری ہے — نماز میں بھی درود آپؐ پر ضروری ہے

حضورؐ کی بشریت بھی کتنی نوری ہے — خرد، حجاب ہے، دیوانگی حضوری ہے

ظہورِ مثلِ بشر وہ حجاب نوری ہے — قریب ہو کے بھی دل کو گمان دوری ہے

لطافت بدن ایسی کہ کھنچ گیا پلکہ — کمال ایسا کہ شانِ بشر بھی پوری ہے

خدا ہر ایک سے مخاطب براہِ راست نہیں — توسط آپ کا دونوں طرف ضروری ہے

ہے اتصالِ مکمل کا نام گمشدگی — نبیؐ کی یاد کا مطلب نبیؐ سے دوری ہے

احاطہ ہو سکے کیا شہرِ علمِ مطلق کا — رسولِ پاک کی جو نعت ہے ادھوری ہے

وہ ہم سے بڑھ کے ہمارے قریب رہتے ہیں — ہماری بے نظری خود ہماری دوری ہے

مقامِ صاحبِ اسریٰ کا کیا تعین ہو — عروجِ عرش بھی اک لمحہ، عبوری ہے

کہاں ہے حد کوئی عرفانِ مصطفیٰ کی شوقؔ — یہاں شعور کا مفہوم بے شعوری ہے

[ماخوذ: ماہنامہ 'گونج' جولائی ۱۹۹۸ء، صفحہ ۹]

خواجہ شوقؔ

خدا کی رحمت جہاں پہ اتری حضورؐ بن کر

تمام عالم کے تیرہ بختوں کا نور بن کر — خدا کی رحمت جہاں پہ اتری حضورؐ بن کر

وہ نامِ نامی، جمال پیکر، جمال افزا — گذر رہا ہے سماعتوں پر سرور بن کر

انہی کی الفت سے ہے تجلی دیارِ دل میں — ہے خود پہ نازاں ہمارا سینہ بھی طور بن کر

غلام سیدؐ ہیں اور اطوار شاہوں جیسے — جھلک رہی ہے یہ انکساری غرور بن کر

عرب کے صحرا میں جو جلی تھی وہی تو مشعل — ابھی بھی روشن ہے ذہن و دل میں شعور بن کر

وہ جن کی ہجرت میں نصرتوں کی ضمانتیں تھیں　　انہی کی غیبت پکارتی ہے ظہور بن کر

[ماخوذ: 'قرطاس' مارچ - جون ۲۰۰۵، صفحہ ۱۴۹]

خواجہ غلام السیدین ربانی

خدا دے تو دے آرزوئے محمد ﷺ

خدا دے تو دے آرزوئے محمدؐ　　کریں چشم و دل جستجوئے محمدؐ

کہاں باغِ جنت، کہاں باغِ یثرب　　کہاں بوئے گل اور بوئے محمدؐ

خوشی سے اچھل جائیں تسنیم و کوثر　　جو مل جائے آبِ وضوئے محمدؐ

کہوں کیوں نہ ہر بار صلی علیٰ میں　　تصور میں پھرتا ہے روئے محمدؐ

بنیں دستِ مژگاں مرے پاؤں یارب　　کروں طے ان آنکھوں سے کوئے محمدؐ

الٰہی نہ ہو داغ کا بال بیکا　　رگِ جاں بنے تارِ موئے محمدؐ

[ماخوذ: رسولؐ نمبر ماہنامہ حسنِ اخلاق اکتوبر ۱۹۹۲، صفحہ ۵۷]

داغ دہلوی

اے شہنشاہِ رسل، فخرِ رسل، ختم رسل

تو جو اللہ کا محبوب ہوا خوب ہوا　　یا نبیؐ خوب ہوا خوب ہوا خوب ہوا

شبِ معراج یہ کہتے تھے فرشتے باہم　　سخن طالب و مطلوب ہوا خوب ہوا

اے شہنشاہِ رسل، فخرِ رسل، ختمِ رسل　　خوب سے خوب خوش اسلوب ہوا خوب ہوا

حشر میں امتِ عاصی کا ٹھکانہ ہی نہ تھا　　بخشوانا تجھے مرغوب ہوا خوب ہوا

حسن یوسفؑ میں ترا نور تھا اے نورِ خدا　　چارۂ دیدۂ یعقوبؑ ہوا خوب ہوا

تھے سبھی پیشِ نظر معرکہ، کرب و بلا　　صبر میں ذثانئ ایوب ہوا خوب ہوا

فخر آدم کو نہ ہوتا تو فرشتہ ہوتا
بنی آدم سے جو منسوب ہوا خوب ہوا

داغؔ ہے روزِ قیامت مری شرم اس کے ہاتھ
میں گناہوں سے جو محجوب ہوا خوب ہوا

[ماخوذ: 'ارمغانِ نعت' ساجد صدیقی والی آسی، صفحہ ۱۰۲]

داغ دہلوی

نعت کیا ہے؟ سرورِ دو عالم کی سیرت کا بیاں

نعت کیا ہے؟ سرورِ دو عالم کی سیرت کا بیاں
نعت کیا ہے؟ آپ کے لطف و محبت کا بیاں

نعت کیا ہے؟ مصلحِ انساں کے اوصافِ جمیل
نعت کیا ہے؟ مومنانہ فکر کی روشن دلیل

نعت کیا ہے؟ کیفِ حبِ سرورِ دنیا و دیں
نعت کیا ہے؟ لازوال اک دولتِ حسنِ یقیں

نعت کیا ہے؟ ذکرِ کردارِ محمد مصطفیٰ
نعت کیا ہے؟ حسنِ گفتارِ محمد مصطفیٰ

نعت کیا ہے؟ مرسل و مرسل میں فرق و امتیاز
نعت کیا ہے؟ جادۂ منزل میں فرق و امتیاز

نعت کیا ہے؟ گلشنِ افکارِ ختم المرسلیں
نعت کیا ہے؟ راہِ ہستی میں سراج السالکین

نعت کیا ہے؟ شمعِ سبحان الذی اسریٰ کی ہے
نعت کیا ہے؟ چاندنی اس ناظرِ اقصیٰ کی ہے

نعت کیا ہے؟ داستانِ فاتحِ بدر و حنین
نعت کیا ہے؟ نکہتِ زلفِ امام القبلتین

نعت کیا ہے؟ اتباعِ حضرت حسانؓ ہے
نعت کیا ہے؟ موجِ کیفِ سورۂ رحمن ہے

جو اصولِ شرع کا پابند رہ سکتا نہیں
وہ محمد مصطفیٰ کی نعت کہہ سکتا نہیں

[ماخوذ: نعت رنگ، صفحہ ۱۵۵-۱۵۶، پاکستان]

راغبؔ مرادآبادی

محبوبِ رحمن نبی مکی مدنی العربی

ذی جاہ و ذی شان نبی مکی مدنی العربی
محبوبِ رحمن نبی مکی مدنی العربی

ساری دنیا پر دنیا کے ذرے ذرے پر

آپؐ کا ہے احسان نبی مکی مدنی العربی
آپؐ سے ہٹ کر میری ہستی کیا، میری اوقات ہی کیا
کیا میری پہچان نبی مکی مدنی العربی
روضہ اقدس ، بیت اللہ کے بعد ہے دنیا بھر میں
سب سے عالی شان نبی مکی مدنی العربی
سارے انسانوں سے افضل، سب سے برتر ہیں
آپؐ جو ہیں انسان نبی مکی مدنی العربی
آپؐ کا ہر ارشاد ہمارے واسطے ہے لاریب
اللہ کا فرمان نبی مکی مدنی العربی
آپؐ کی ٹھوکر میں دنیا کے سارے تخت و تاج
نبیوں کے سلطان نبی مکی مدنی العربی
میرا تن من دھن، مِرے بیوی بچے ماں باپ
آپؐ پر سب قربان نبی مکی مدنی العربی
یادِ خدا کے بعد آپؐ کے ذکر سے ہے منسوب
راہیؔ کا ایمان نبی مکی مدنی العربی

[ماخوذ: ماہنامہ 'قرطاس' ناگپور، نعت نمبر ۲۰۰۵، صفحہ نمبر ۱۶۷]

محبوب راہیؔ

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیے ہیں

جب آگئی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں
جلتے بجھا دیے ہیں، روتے ہنسا دیے ہیں

اک دل ہمارا کیا ہے، آزار اس کا کتنا
تم نے تو چلتے پھرتے مردے جلا دیے ہیں

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آ گئے ہیں، سب غم بھلا دیے ہیں

ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہوں گے
اب تو غنی کے در پر بستر جما دیے ہیں

اسرا میں گذرے جس دم بیڑے پہ قدسیوں کے
ہونے لگی سلامی، پرچم جھکا دیے ہیں

آنے دو یا ڈبو دو اب تو تمہاری جانب
کشتی تمہیں پہ چھوڑی، لنگر اٹھا دیے ہیں

دولہا سے اتنا کہہ دو، پیارے سواری روکو
مشکل میں ہیں براتی، پُرخار بادیے ہیں

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفیٰؐ نے دریا بہا دیے ہیں

میرے کریم سے گر، قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں، دُر بے بہا دیے ہیں

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مُسلّم
جس سمت آ گئے ہو، سکّے بٹھا دیے ہیں

[ماخوذ: 'حدائقِ بخشش' حصہ اول، صفحہ ۴۸]

دو جہاں کی نعمتیں ہیں، ان کے خالی ہاتھ میں

ہے لبِ عیسیٰؑ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

بے نواؤں کی نگاہیں، ہیں کہاں تحریرِ دست
رہ گئیں جو پا کے جودِ لایزالی ہاتھ میں

کیا لکیروں میں ید اللہ خطِ سرد آسا لکھا
راہ یوں اس راز لکھنے کی نکالی ہاتھ میں

جودِ شاہِ کوثر اپنے پیاسوں کا جویا ہے آپ
کیا عجب اُڑ کر جو آپ لائے پیالی ہاتھ میں

ابرِ نیساں مومنوں کی تیغِ عریاں کفر پر
جمع ہیں شانِ جمالی و جلالی ہاتھ میں

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں، ان کے خالی ہاتھ میں

حشر میں کیا کیا مزے وارفتگی کے لوں رضا
لوٹ جاؤں پا کے وہ دامانِ عالی ہاتھ میں

[ماخوذ: 'حدائقِ بخشش' حصہ اول، صفحہ ۴۸-۴۹]

مصطفیٰؐ ہے مسندِ ارشاد پر کچھ غم نہیں

راہِ عرفاں سے جو ہم نادیدہ رو محرم نہیں
مصطفیٰؐ ہے مسندِ ارشاد پر کچھ غم نہیں

ہوں مسلماں گرچہ ناقص ہی سہی اے کاملو!
ماہیت پانی کی آخریم سے نم میں کم نہیں

غنچے مَا اَوْحیٰ کے جو ٹپکے دَنا کے باغ میں
بلبلِ سدرہ تک ان کی بو سے بھی محرم نہیں

اس میں زم زم ہے کہ تھم تھم اس میں جم جم ہے کہ بیش
کثرتِ کوثر میں زم زم کی طرح کم کم نہیں

پنجہ مہر عرب ہے جس سے دریا بہہ گئے ہیں
چشمہ خورشید میں تو نام کو بھی نم نہیں

ایسا اُمّی کس لئے منت کشِ استاذ ہو
کیا کفایت اس کو اِقرا رَبُّکَ الاکرم نہیں

[ماخوذ: 'حدائقِ بخشش' حصہ اول، صفحہ ۴۹]

مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی، قدس سرہ

نعت رسول کریم ﷺ

لکھوں میں کس طرح سے نعت اس کی
براق ادنیٰ تھا جس کی اک سواری

بڑا ہے عرش سے بھی اس کا پایا
کہ سب کچھ جس کی خاطر ہے بنایا

بہ ظاہر گرچہ وہ اُمّی تھے لیکن
بھرا تھا عِلم سے کل ان کا باطن

وہ باتیں ان کے تھیں نزدیک آساں
کہ جن کو کر سکے مطلق نہ انساں

بیاں تم سے کریں کیا ان کے اوقات
یہ الفت ان کو تھی ہم سے دن اور رات

جنابِ کبریا میں کرکے زاری
طلب کرتے تھے آمرزش ہماری

سراہیں اپنی ہم قسمت کو رنگیںؔ
کہ امت میں ہوئے ہم ان کے بے کیں

[ماخوذ: 'ارمغانِ نعت' ساجد صدیقی والی آسی، صفحہ ۸۰]

سعادت یار خاں رنگیںؔ دہلوی

اس کی تقدیر کہ جو خاکِ مدینہ ہو جائے

نام کے نقش سے روشن یہ نگینہ ہو جائے
کعبۂ دل مرے اللہ مدینہ ہو جائے

وہ چمک درد کی ہو دل میں کہ بجلی چمکے
دامنِ طور ذرا آج یہ سینہ ہو جائے

آنکھ میں برقِ سرِ طور ہو گنبد کا کلس
شرف اندوزِ زیارت یہ کمینہ ہو جائے

اس کی تقدیر جو پامال ہو تیرے در پر
اس کی تقدیر کہ جو خاکِ مدینہ ہو جائے

دفن ہوں ساتھ ترے میرے گہرہائے سخن
خاک میں مل کے نمایاں یہ دفینہ ہو جائے

جان کی طرح تمنا ہے یہی دل میں ریاضؔ
مَروں کعبہ میں تو منہ سوئے مدینہ ہو جائے

[ماخوذ: 'ارمغانِ نعت' ساجد صدیقی والی آسی، صفحہ ۱۱۲]

ریاضؔ خیر آبادی

نعت

میں تو ناخواندہ ہوں، آقا
مجھ میں اتنی سکت کہاں
جو میں آپ کے گن گاؤں............اوصاف گناؤں
گیانی کا سا گیان بھی میرے پاس نہیں ہے
جس سے آپؐ کے بارے میں منبر سے بولوں
اک ادنا، انجان قلم مزدور ہوں، قلم
معمولی سا شاعر ہی ہوں
تارا ہوتا تو اپنی سج دھج سے چمک سے
اپنے لفظوں کو پُرنور بناتا
نعتیں لکھتا
چاند اگر ہوتا

تو اپنی چاندنی سے گہنوں جیسی تشبیہیں گھڑتا
گھنگرو گھنگرو لفظ پروکر
آپؐ کی ذاتِ بابرکت کی روشن روشن باتیں کرتا
پھول اگر ہوتا
تو اپنی خوشبو، اپنا رنگ، مبارک قدموں پر بکھراتا
آقا
اور اگر میں پنچھی ہوتا
تو اپنے سنگیت کی سنگیت میں نعتوں کی نغموں کی
برکھا کردیتا
کچھ بھی نہیں ہوں سرورِ عالم
اک معمولی سا شاعر ہوں
سادہ سے بے رنگ مرے الفاظ ہیں
ان سے آپؐ کا ابھینندن کرتا ہوں

[ماخوذ: ششماہی 'ترسیل'، جنوری-جون ۲۰۰۲ءئ، صفحہ ۱۰۹]

ستیہ پال آنند

زیب پایا تجھ صفت سے ہر ورق قرآن کا

نام تیرا مطلع فہرست ہے دیوان کا
ہے زباں کا ورد خاصا اور وظیفہ جان کا
جی سے یَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ کی سدا سمرن کو پھر
دور کر من سے خیال مَنْ عَلَیْھَا فَان کا
یا محمد تجھ کرم سیں ہوں سدا امیدوار
جلوۂ ایمان دے اور بھید کہہ انسان کا

کر سراسر شوق میں بے ہوش مجھ کو یا حبیب
دے مجھے بھر کر پیالہ نشۂ عرفان کا
تو احد ہے نام تیرا احمد بے میم ہے
زیب پایا تجھ صفت سے ہر ورق قرآن کا
اے سراج اپنی خودی کو بے خودی میں محو کر
شغل جاری رکھ ہر دم میں ھُوالرحمٰن کا

سراجؔ اورنگ آبادی

صل علیٰ محمد

روضہ پہ تیرے راجا واروں تو کیا واروں
میں ہیرے کہاں سے لاؤں میں موتی کاں سے لاؤں
آنکھوں میں میرے آنسو آنسو چڑھانے آئیوں
اللہ لا الٰہ صلِ علیٰ محمدؐ

ہریالا ہے ہری بھی ہریالا میرا ساجن
ہریالا اس کا گنبد ہریالے میرے زخماں
سبزہ ہے رنگ اس کا سبزہ چڑھانے آئیوں
اللہ لا الٰہ صلِ علیٰ محمدؐ

دنیا بنانے والے کیا کیا بنا کو لائے
پورا غلافِ کعبہ زر کا بنا کو لائے
میں تو غلام تیرا اپنا بنانے آئیوں
اللہ لا الٰہ صلِ علیٰ محمدؐ

کعبہ بھی کالا کالا کملی بھی کالی کالی
کس کے ہیں پھیرے پھیرنا کس کا طواف کرنا

اپنا ہے کون قبلہ بتانے آئیوں
اللہ لا الٰہ صلِ علیٰ محمدؐ

دنیا کے سارے حاجی قربانی دینے آئے
بکرے اٹھا کے لائے اونٹاں پکڑ کے لائے
میں تو غریب مولیٰ قربان جانے آئیوں
اللہ لا الٰہ صلِ علیٰ محمدؐ

میرا نہیں ہے کوئی اپنا تجھے بنائیوں
دل ہے مرا مدینہ دل میں تجھے بسائیوں
روضہ سے کیسے جاؤں روضہ پہ تیرے آئیوں
اللہ لا الٰہ صلِ علیٰ محمدؐ

[ماخوذ: 'کیوڑے کا بن'، صفحہ ۱۶]

سلیمان خطیبؔ

آرام گاہ رسول پاک ﷺ

آدم کے لئے فخر یہ عالی نسبی ہے
مکّی، مدَنی و ہاشمی مُطّلبی ہے
پاکیزہ ترازِ عرش و سما جنتِ فردوس
آرام گہِ پاک رسولِ عربی ہے
آہستہ قدم، نیچی نگاہ، پست صدا ہو
خوابیدہ یہاں روحِ رسولِ عربی ہے
اے زائرِ بیتِ نبوی یاد رہے یہ
بے قاعدہ یہاں جنبشِ لب، بے ادبی ہے
کیا شان ہے اللہ رے محبوبِ نبی کی
محبوبِ خدا ہے وہ جو محبوبِ نبی ہے
بجھ جائے تیرے چھینٹوں سے اے ابرِ کرم آج
جو آگ میرے سینے میں مدت سے لگی ہے

(یہ نعتیہ کلام سید سلیمان ندوی نے روضۂ اطہر کے سامنے پڑھا تھا۔)

[ماخوذ: حیاتِ سلیمان از شاہ معین الدین احمد ندوی مطبع دارالمصنفین اعظم گڑھ، صفحہ ۵۳۵]

سید سلیمان ندویؒ

کاش ہو جائیں وہ صدیوں کے برابر لمحے

میں گزاروں جو کبھی آپ کے در پر لمحے
کاش ہو جائیں وہ صدیوں کے برابر لمحے

پھر سے غار حرا ہے، جہاں صدیوں سے
ہے دھنک رنگ اجالے تو معطر لمحے

دیکھنے کے لیے سرکار کو معراج کی شب
اپنے محور سے نکل آئے تھے باہر لمحے

اب جو ٹھہریں گے تو ٹھہریں گے در آقا پر
میرے ہمراہ چلے ہیں یہی کہہ کر لمحے

سہیل غازی پور

مداح ہوں جنابِ رسالت پناہ کا

مداح ہوں جنابِ رسالت پناہ کا
عرشِ بریں پہ گوشہ ہے میری کلاہ کا

محفل میں میری نغمہ سرائی سے، شور ہے
ہر سمت آہ آہ کا اور واہ واہ کا

زیبا ہے فخر و ناز مجھے جس طرح کروں
دیکھو تو مداح خواں ہوں میں کس بادشاہ کا

دریائے فیض وجود ہے وہ جس کے سامنے
تنکے سے کم ہے کوہ بھی گر ہو گناہ کا

پیغمبروں کو فخر ہوا جس کی ذات سے
سرداری سے بڑھتا ہے رتبہ سپاہ کا

درپیش ہے عدم کا سفر سب کو دوستو
جو نعت کا کلام ہے توشہ ہے راہ کا

پیغمبروں کا شاہد عادل ہے وہ شہیدؔ
کیا مرتبہ ہے نام خدا اس گواہ کا

[ماخوذ: 'نعت کے چند شعرائے متقدمین' از ڈاکٹر سید شمیم گوہر، صفحہ ۳۱]

(مولانا) غلام امام شہید

دل وجد میں ہے، جاں وجد میں ہے

لو ختم ہوا طیبہ کا سفر، دل وجد میں ہے، جاں وجد میں ہے
ہے گنبدِ خضریٰ پیشِ نظر، دل وجد میں ہے، جاں وجد میں ہے

پڑھتی ہے ہوا قرآن یہاں کرتا ہے وضو ایمان یہاں
اللہ وغنی یہ کیف و اثر، دل وجد میں ہے، جاں وجد میں ہے

بیٹھا ہوں نبیؐ کے قدموں میں صدیاں سمٹی ہے لمحوں میں

اس حاضری اور حضوری پر، دل وجد میں ہے، جاں وجد میں ہے
پلکوں پہ دیئے جھلمل جھلمل، لفظوں کا ادا کرنا مشکل
جذبوں کی زباں ہے چشم تر، دل وجد میں ہے، جاں وجد میں ہے
اس در کی سلامی نے مجھ کو وہ کیفِ دوامی بخشا ہے
اب جس کے اثر سے شام وسحر، دل وجد میں ہے، جاں وجد میں ہے
بجھتی ہوئی آنکھوں کو لے کر حاضر ہوں صبیح مواجہ پر
ہر منظر ہے معراجِ نظر، دل وجد میں ہے، جاں وجد میں ہے
[ماخوذ: 'جادۂ رحمت کا مسافر' مرتبہ ڈاکٹر حسرت کاس گنجوی، کراچی، صفحہ ۸۵]
صبیح رحمانی

سب طلب گار حرفِ شفاعت کے ہیں

کھویا کھویا ہے دل، ہونٹ چپ، آنکھ نم، ہیں مواجہ پہ ہم
روبرو انؐ کے لایا ہے، انؐ کا کرم، ہیں مواجہ پہ ہم
لمحے لمحے پہ آیات کا نور ہے، نعت کا نور ہے
نور افشاں درودی فضا دم بہ دم، ہیں مواجہ پہ ہم
ایک کونے میں ہیں، سر کو جھکائے ہوئے منہ کو چھپائے ہوئے
گردنیں ہیں کہ بارِ ندامت سے خم، ہیں مواجہ پہ ہم
آنسوؤں کی زباں، کر رہی ہے بیاں، انؐ سے احوالِ جاں
صرف اپنا نہیں، پوری امت کا غم، ہیں مواجہ پہ ہم
ہر اندھیرا مقدر کا چھٹنے لگا، دور ہٹنے لگا
قرینۂ نور میں آگئے قدم، ہیں مواجہ پہ ہم
مسکراتی ہوئی ہر تجلی ملی، کیا تسلی ملی
دور ہوتے گئے، سارے رنج والم، ہیں مواجہ پہ ہم

سب طلب گار حرفِ شفاعت کے ہیں انؐ کی رحمت کے ہیں
چہرے چہرے پہ ہے اک سوالِ کرم، ہیں مواجہ پہ ہم
[ماخوذ: 'جادۂ رحمت کا مسافر' مرتبہ ڈاکٹر حسرت کاس گنجوی، کراچی، صفحہ ۹۶]

صبیح رحمانی

کلیدِ بابِ دعا، نام ہے محمدؐ کا

خوشا اے اہلِ خطا، نام ہے محمدؐ کا
کلیدِ بابِ دعا، نام ہے محمدؐ کا

نہ فکرِ نام و نمک ہے نہ خوفِ اہلِ جفا
ہمارے پاس ہے کیا، نام ہے محمدؐ کا

ہر آسمان سے آتی ہے مرحبا کی صدا
کلیدِ بابِ سما، نام ہے محمدؐ کا

مٹا سکا نہ مٹائے گا بولہب کوئی
اثاثہ اپنا ہے کیا، نام ہے محمدؐ کا

درود وردِ زباں ہے تو یہ کھلا صفدرؔ
جہاں میں وجہِ شفا، نام ہے محمدؐ کا

☆☆☆

کیا ہمارا دیکھنا اور کیا تمہارا دیکھنا
صاحبِ معراج وہ، کافی ہے ان کا دیکھنا

اک جہاں حرفِ مکرر ہے میاں اس کے سوا
گر خدا توفیق دے جا کر مدینہ دیکھنا

بات جب ہے دل پکار اٹھے رسول اللہ ہیں
خوش توں مرقد میں ہے آقا کا چہرہ دیکھنا

بند آنکھوں دیکھتے ہیں ہم مدینے کی بہار
بند آنکھوں دیکھنا ہے سب سے اچھا دیکھنا

عشق کی تسکین کو آنکھیں ہی آنکھیں چاہیے
اے مدینے صرف دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھنا

سب تیرے پیارے چلے تیرے محبوب کے
یا خدا بھولیں نہ ہم آقاؐ کا چہرہ دیکھنا

خلق کو درکار ہیں کوثر کے پیالے اور ہم
تشنگان کو ساقیِ کوثر کا چہرہ دیکھنا

سید صفدر

مقناطیسی سبز گنبد

کبھی تلذذ صراحیوں سے شراب چھلکے
بدن پہ خوشبوئیں مسکرائیں

کبھی سرابوں پہ بارشیں ہوں
بو لیں تن بن میں سوکھتی ہیں

میں سبز گنبد تلاشتا ہوں
کہ سبز گنبد پکارتا ہے
ادھر چلے آؤ جرعہ جرعہ
سیاہی پیتے ادھر ہی آؤ
یہاں مسلسل ہے نور بارش
میں آرہا ہوں
میں آرہا ہوں
میں سوختہ تن
میں آرہا ہوں
کہ نور بارش میں بھیگ جاؤں
(شعری مجموعے ناشنیدہ سے ماخوذ)
عارج میر، وروڑ

بعد اس کے کوئی ہے تو بس مصطفیٰ ﷺ

یوں فرشتوں نے بڑھ کر کہا مرحبا
آپؐ کے در پہ میرا جو آنا ہوا

سنتیں چھوڑنے والوں پر دیکھنا
ظالموں کو مسلط کر دے گا خدا

سبز گنبد پہ پڑتے ہی پہلی نظر
زندگی کو نیا حوصلہ مل گیا

ذکر کرتے ہیں جس کا سبھی رات دن
آپؐ کا ذکر قرآں میں اس نے کیا

آپؐ جس دن ذرا سی سفارش کریں
بخش امت کو دے گا اسی دن خدا

صرف اللہ واحد ہے برتر بھی ہے
بعد اس کے کوئی ہے تو بس مصطفیٰؐ

خوش نصیبی پہ اپنی نہ اتراؤں کیوں
میرے آقا ہیں لوگو! رسولِ خدا

خواہشِ مصطفیٰؐ رب کو ہے محترم
اک اشارے پہ قبلے کو پلٹا دیا

کیا شجر کیا حجر اور جن و بشر
آپؐ آئے تو حق کا رستہ ملا

جس کو جبریلؑ چھونے ترستے رہے
آپؐ نے پاؤں رکھا وہاں برملا

خاتم الانبیاء ہیں خدا کی قسم
آپؐ کے بعد کوئی نہیں آئے گا

رات دن زندگی بھر ستاتے رہے
ان کو بھی آپؐ نے در گذر کر دیا

اے ضیاؔ دین کا قفل ہے لا الٰہ
جو کلیدِ محمدؐ سے کھلا جائے گا

[ماخوذ: سہ ماہی 'اسباق' اپریل-جون ۲۰۱۱، صفحہ ۸۶]

کلیم ضیاء

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں

وہ شمع، اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز چمکنے والی تھی دنیا کے سب درباروں میں

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں، یہ نور نہ ہو سیاروں میں

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ رسولوں سے حل نہ ہوا
وہ راز ایک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

وہ جنس نہیں ایمان، جسے لے آئیں دکانِ فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملے گی عاقل کو یہ قرآں کے سیپاروں میں

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبیؐ، کچھ مرتبہ میں فرق نہیں ان چاروں میں

[ماخوذ: 'ارمغانِ نعت' ساجد صدیقی والی آسی، صفحہ ۱۲۲]

روشن ہے کائنات یہ شانِ حضور میں

آئے وہ بن کے دونوں جہاں کی بہار آج
تسکینِ روح آج ہے دل کو قرار آج
کس شان میں ہے رحمتِ پروردگار آج
دنیا درود پڑھتی ہے بے اختیار آج

☆☆

فرشِ زمیں سے تا بہ فلک رنگ و نور ہے
روشن ہے کائنات یہ شانِ حضور میں
ڈالی جو اس نے خاص نظر التفات کی
تنویر بھر دی آپؐ میں سب اپنی ذات کی

☆☆

پر نور صبح ہو گئی تاریک رات کی
تصویر پوری آج ہوئی کائنات کی
حسنِ ازل کا نیر اعظم چمک اٹھا
کونین میں وہ نورِ مجسم چمک اٹھا

☆☆

تاروں کی انجمن ہے فلک پر سجی ہوئی
قدموں میں ان کے چاند لٹاتا ہے چاندنی
طاری ہے فرطِ عیش میں پھولوں پہ بے خودی
پھولی نہیں سماتی چمن میں کلی کلی

☆☆

تشریف آوری ہے جو عالی جناب کی
ہر سو مہک ہے عنبر و مشک و گلاب کی

[ماخوذ: ماہنامہ 'نیا دور مارچ ۱۹۸۷'، صفحہ ۱۴۴]

محمد عثمان عارف نقشبندی

ہم نبی کا آستاں دیکھا کیے

ہم نبیؐ کا آستاں دیکھا کیے
محور کون و مکاں دیکھا کیے
اُن کا در ہے قبلہ گاہ انس و جاں
قبلہ گاہ انس و جاں دیکھا کیے
ایک ہی منزل کے رخ گرم سفر
کارواں در کارواں دیکھا کیے
یہ غبار نارسایاں تو نہیں
جنبش ریگ رواں دیکھا کیے

کعبے کی ''پہلے'' زیارت ہم نے کی
ایک حیرت زا سماں دیکھا کیے

قدسیاں دیکھا کیے سب کا طواف
ہم طواف قدسیاں دیکھا کیے

ہم مدینے کے مسافر رشک سے
میزبانوں کے مکاں دیکھا کیے

دیکھ کر باغات طیبہ کے شجر
طائروں کے آشیاں دیکھا کیے

اُس فضائے زندگی پرور میں ہم
ارتقائے جسم و جاں دیکھا کیے

وحدت ملّی کا منظر دیکھ کر
اپنے ہونے کا نشاں دیکھا کیے

ہم نے بڑھ کر جالیوں کو چھولیا
بے بسی سے پاسباں دیکھا کیے

کیا سمجھتے فلسفی معراج کو
وہ کہاں تھے، یہ کہاں دیکھا کیے

ہم وہاں موہوم تھے، معدوم تھے
بس وہی وہ تھے، جہاں دیکھا کیے

اُن کے قدموں میں پڑی دیکھی زمیں
در پہ جھکتا آسماں دیکھا کیے

واپسی میں سبز گنبد کا جمال
آنسوؤں کے درمیاں دیکھا کیے

جب تلک ممکن رہا، مڑمڑ کے ہم
حاصل عمر رواں دیکھا کیے

(نعت رنگ شمارہ ۱۴)

عاصی کرنالی

جب لب پہ تیرا ذکر۔۔۔

بڑی مشکل یہ ہے جب لب پہ تیرا ذکر آتا ہے
دماغ و دل میں اک خوابیدہ محشر جاگ جاتا ہے
ابل پڑتے ہیں سوتے بیکراں جذبے محبت کے
ابھر آتے ہیں خاکے تیری صورت تیری سیرت کے
کبھی جی چاہتا ہے تیری معصومی کے گن گاؤں

کبھی جی چاہتا ہے سادگی کا ذکر کر ڈالوں
کبھی کہتا ہے دل زہد و ورع سے ابتدا کرلوں
کبھی کہتا ہے دل دریا دلی کا تذکرہ کرلوں
کبھی ذکر جمال دلنشیں پر جی مچلتا ہے
کبھی عہد رسالت شوق کے سانچے میں ڈھلتا ہے
کبھی قصہ سنانا چاہتا ہوں تیرے بچپن کا
بہت سادہ، بہت معصوم سنجیدہ لڑکپن کا
کبھی حیرت فزا غزوات پھر جاتے ہیں آنکھوں میں
حنین و بدر کے دن رات پھر جاتے ہیں آنکھوں میں
کبھی تیری صداقت ولولہ انگیز ہوتی ہے
کبھی تیری رواداری تحیر خیز ہوتی ہے
کبھی تیرے کمال صبر پہ دل وجد کرتا ہے
تخیل میں ترے اوصاف کا پرچم ابھرتا ہے
کبھی تیری جفا کوشی پہ آنکھیں ڈبڈباتی ہیں
تصور سے تیرے فاقوں کے نبضیں چھوٹ جاتی ہیں
کبھی جلوے ابھرتے ہیں تیری مہماں نوازی کے
یتیموں، بے سہاروں، بے کسوں کی چارہ سازی کے
مسلسل کشمکش ہوتی ہے الفاظ و معانی میں
میں بہہ جاتا ہوں اک خاموش طوفاں کی روانی میں
کہوں کیا کس طرح یہ فیصلہ مجھ سے نہیں ہوتا
خود اپنی الجھنوں کا تجزیہ مجھ سے نہیں ہوتا

مولانا عامر عثمانی

ہوا جب سے دل محوِ یادِ نبیؐ میں

ہوا جب سے دل محو یادِ نبیؐ میں
عجب لطف ملنے لگا زندگی میں

دل و جاں نچھاور ہو راہِ نبیؐ میں
خدا کاش لائے وہ دن زندگی میں

ترے ہی وسیلے سے محبوبِؐ داور
ہے انسانیت کی یہ خو آدمی میں

ہوا دل جو معمور حُبِّ نبیؐ سے
ملا بندگی کا مزہ زندگی میں

عطاؔ بڑھ گئی حد سے تاثیر اس کی
محمد کا نام آیا جب شاعری میں

[ماخوذ: رسولؐ نمبر ماہنامہ حسنِ اخلاق اکتوبر ۱۹۹۲، صفحہ ۱۰۲]

عطا عابدی

تیرے نام اے شاہِ مدینہ تیرے نام

عشق کی جوت اور دل کا نگینہ تیرے نام
تیرے نام اے شاہِ مدینہ تیرے نام

یوں تو فقیرِ عشق ہے خالی ہاتھ مگر
کرب کی دولت غم کا خزینہ تیرے نام

ذرّہ ذرّہ نور اتراتا ہے تیرا
لمحہ لمحہ وقت کا زینہ تیرے نام

مرنے کے آداب ہیں تیرے دین مگر
جینے کا ہر ایک قرینہ تیرے نام

عشق کا دریا موج میں ہے پھر اے مانجھی
روح کا لنگر دل کا سفینہ تیرے نام

میرے کعبہ و دیں کی حقیقت کچھ ہو مگر
زمیں کا کعبہ دل کا مدینہ تیرے نام

میرے نشاط و غم کا محور ذات تیری
ماہ محرم عہد کا مہینہ تیرے نام

[ماخوذ از سیرت النبی نمبر ماہنامہ کبریٰ نومبر ۱۹۸۸ء صفحہ ۳۹]

پروفیسر عنوان چشتی

ہمارے نبیؐ احمد مصطفیٰ ہیں

ہمارے نبیؐ احمد مصطفیٰ ہیں
فدا ان پہ ہم، وہ رسولِ خدا ہیں

حقیقت کی صورت دکھائی انہوں نے
خدا تک پہنچنے کا وہ راستہ ہیں

وہی بے کسوں بے نواؤں کے والی
غریبوں یتیموں کا وہ آسرا ہیں

ہوئے ہیں جو ان کی محبت کے قیدی
یہ جانو جہاں کے دکھوں سے رہا ہیں

ہمیشہ رہے نام ان کا زباں پر
وہی آرزو ہیں وہی مدعا ہیں

نظر ان سے کیا اپنے دل کی کہیں ہم
وہ سب جانتے ہیں وہ خوب آشنا ہیں

[ماخوذ: ماہنامہ 'پیامِ تعلیم' ستمبر ۲۰۰۰ء، صفحہ ۲]

قیوم نظر

محبوبِ الٰہی سے ہے یارانہ ہمارا

ہم مرد ہیں اور عشق ہے مردانہ ہمارا
محبوبِ الٰہی سے ہے یارانہ ہمارا

کیا پوچھتے ہو کوثر و فردوس کا قصہ
یہ باغ ہمارا ہے، وہ مے خانہ ہمارا

محشر میں بچا لیں گے، نبیؐ مجھ کو یہ کہہ کر
چھیڑو نہ اسے یہ تو ہے دیوانہ ہمارا

کیا اے فلکِ پیر ترا خوف کریں ہم
باہر تری گردش سے ہے کاشانہ ہمارا

کیوں ساقیِ گردوں تو مری کرتا ہے دعوت
تجھ سے نہ بھرا جائے گا پیمانہ ہمارا

آقا ہے نبیؐ اور علیؓ اپنا ہے مولا
ملتا ہوا سلمانؓ سے ہے افسانہ ہمارا

کندن ہے وہی کوثری جو خاک میں دمکے
اس واسطے ہے بھیس فقیرانہ ہمارا

[ماخوذ: 'ہندو کی نعت و منقبت' از جناب چودھری دلّو رام صاحب کوثری،
سنِ اشاعت جولائی ۱۹۲۴، صفحہ ۹]

ہندو سہی مگر ہوں ثنا خوانِ مصطفیٰ ﷺ

ہندو سمجھ کے مجھ کو جہنم نے دی صدا
میں پاس جب گیا تو نہ مجھ کو جلا سکا

بولا کہ تجھ پہ کیوں مری آتش ہوئی حرام
کیا وجہ تجھ پہ شعلہ جو قابو نہ پا سکا

کیا نام ہے، تو کون ہے، مذہب ہے تیرا کیا
حیراں ہوں میں عذاب جو تجھ تک نہ جا سکا

میں نے کہا کہ جائے تعجب ذرا نہیں
واقف نہیں تو میرے دلِ حق شناس کا

ہندو سہی مگر ہوں ثنا خوانِ مصطفیٰؐ
اس واسطے نہ شعلہ ترا مجھ تک آ سکا

ہے نام ’دلّو رام‘ تخلص ہے ’کوثری‘
اب کیا کہوں بتادیا جو کچھ بتا سکا

[ماخوذ: ’ہندو کی نعت ومنقبت‘ از جناب چودھری دلّو رام صاحب کوثریؔ،
سنِ اشاعت جولائی ۱۹۲۴، صفحہ ۹]

(چودھری) دلّو رام صاحب کوثریؔ

پھرتی ہے آنکھوں میں میری صورتِ پاکِ نبیؐ

عشقِ محبوبِ خدا اے دل جسے حاصل نہیں
لاکھ مومن ہو مگر ایمان میں کامل نہیں

روح جنت کو نہ جائے گی مدینہ سے مری
ہوں میں شیدائے نبی حوروں پہ کچھ مائل نہیں

کر مجھے سیراب دیدارِ رسولِ پاک سے
آبِ کوثر کا خداوندا میں کچھ سائل نہیں

جان آسانی سے نکلے وقتِ مردن یا نبیؐ
آپؐ کے نزدیک یہ مشکل مری، مشکل نہیں

نشہ عشقِ نبیؐ نے یہ بنایا مجھ کو مست
یادِ حق سے ایک دم بھی دل مرا غافل نہیں

پھرتی ہے آنکھوں میں میری صورتِ پاکِ نبیؐ
لطفؔ مجھ سا والضحیٰ کا خلق میں عامل نہیں

[ماخوذ: ’نعت کے چند شعرائے متقدمین‘ از ڈاکٹر سید شمیم گوہر، صفحہ ۵۹-۶۰]

لطف علی خان لطفؔ بریلوی

ذکرِ رسول

ذکرِ رسول کر نہیں سکتے زبان سے
توفیق جب تلک نہ ملے آسمان سے

پھیلی ہوئی عرش سے تا فرش روشنی
وہ دیکھو آرہا ہے کوئی کتنی شان سے

امت کو میری حشر میں شرمندگی نہ ہو
مہمان وعدہ لے کے چلا میزبان سے

ماجدؔ یہ سب حضورؐ کا فیضان ہی تو ہے
رہتا ہوں مشکلات میں بھی آن بان سے

[ماخوذ: ای۔ٹی وی اردو مشاعرہ، بھوپال]

ماجد دیوبندی

مبارک ہو محمد مصطفیٰؐ تشریف لے آئے

ازل کی صبح آئی جلوۂ شامِ ابد لائی
کیا ہستی کے محور پہ جہاں نے آخری چکر

زمانے کی فضا میں انقلابِ آخری آیا
نچھاور کردیا قدرت نے سب فطرت کا سرمایہ

ابھی جبریل اترے بھی نہ تھے کعبہ کے منبر سے
کہ اتنے میں صدا آئی یہ عبداللہ کے گھر سے

مبارک ہو شہِ دوسرا تشریف لے آئے
مبارک ہو محمد مصطفیٰؐ تشریف لے آئے

مبارک ہو نبی آخری تشریف لے آئے
مبارک ہو جہاں کی روشنی تشریف لے آئے

مبارک ہو مظہرِ شانِ احد تشریف لے آئے
مبارک ہو پیکرِ صبر و رضا تشریف لے آئے

وہ آئے جن کے آنے کی زمانے کو ضرورت تھی
وہ آئے جن کی آمد کے لئے بے چین فطرت تھی

وہ آئے نغمۂ داؤد میں جن کا ترانہ تھا
وہ آئے گریۂ یعقوب میں جن کا فسانہ تھا

وہ آئے جن کی خاطر مضطرب تھی وادی بطحہ
وہ آئے جن کے قدموں کے لئے کعبہ ترستا تھا

وہ آئے جن کی ٹھوکر پہ نچھاور سطوتِ دارا
وہ آئے جن کے آگے سرد ہر باطل کا انگارہ

وہ آئے جن کے آنے کو گلستاں کی سحر کہیے
وہ آئے جن کو خاتم الانبیا خیر البشر کہیے

[ماخوذ: کمار بھارتی (اردو) دہم۔۱۹۹۶، مہاراشٹر اسٹیٹ بورڈ آف ایجوکیشن، پونے، صفحہ ۱۲۲]

شاعر: ماہرالقادری

سلام اس شہنشاہ پر

کہاں میں کہاں مدح ذات گرامی
نہ سعدی، نہ رومی، نہ قدسی، نہ جامی
پسینے پسینے ہوا جا رہا ہوں
کہاں یہ زباں اور کہاں نام نامی

☆☆

سلام اس شہنشاہ ہر دو سرا پر
درود اس امام صف انبیا پر
پیامی تو بے شک سبھی محترم ہیں
مگر اللہ اللہ خصوصی پیامی

☆☆

فلک سے زمیں تک ہے جشن چراغاں
کہ تشریف لاتے ہیں شاہ رسولاں
خوشا جلوہ ماہتاب مجسم
زہے آمد آفتاب تمامی

☆☆

کوئی ایسا ہادی دکھادے تو جانیں
کوئی ایسا محسن بتادے تو جانیں
کبھی دوستوں پر نظر احتسابی
کبھی دشمنوں سے بھی شیریں کلامی

☆☆

اطاعت کے اقرار بھی ہر قدم پر
شفاعت کا اقرار بھی ہر نظر پر
اصولاً خطاؤں پہ تنبیہ لیکن
مزاجاً خطاکار بندوں کے حامی

☆☆

یہ آنسو جو آنکھوں سے میری رواں ہیں
عطائے شہنشاہ کون و مکاں ہیں
مجھے مل گیا جام صہبائے کوثر
میرے کام آئی میری تشنہ کامی

☆☆

فقیروں کو کیا کام طبل و علم سے
گداؤں کو کیا فکر جاہ و حشم سے
عباؤں قباؤں کا میں کیا کروں گا
عطا ہوگیا مجھ کو تاج غلامی

☆☆

انہیں صدق دل سے بلا کے تو دیکھو
ندامت کے آنسو بہا کے تو دیکھو
لیے جاؤ عقبیٰ میں نام محمدؐ
شفاعت کا ضامن ہے اسم گرامی

ترا نطق وحیِ یزداں، تری بات شرحِ قرآں
ترا نام دل کی تسکیں ترا ذکر راحتِ جاں

ہوئی تیری آمد آمد تو برائے خیر مقدم
کہیں کھِل گئے گلستاں، کہیں ہو گیا چراغاں

ہے جہانِ آب و گِل میں ترے دم قدم سے رونق
تو فروغِ بزمِ ہستی، تو بہارِ باغِ امکاں

ترا ذکر جب کیا ہے تو رواں ہوئے سفینے
ترا نام جب لیا ہے تو ٹھہر گئے طوفاں

ترے در پہ حاضری کا وہ سماں بھی کیا سماں ہے
مرے دل کی التجائیں، مرے آنسوؤں کی لڑیاں

تری ذات سے محبت ترے حکم کی اطاعت
یہی زندگی کا مقصد، یہی اصلِ دین و ایماں

تری زندگی کا پَرتَو ہے کمالِ آدمیت
تری شخصیت سے قائم ہے وقارِ نوعِ انساں

میں یہ نعت لکھ رہا ہوں کہ درود پڑھ رہا ہوں
میں غزل سنا رہا ہوں کہ چٹک رہی ہیں کلیاں

[ماخوذ: رسولؐ نمبر ماہنامہ حسنِ اخلاق اکتوبر ۱۹۹۲، صفحہ ۱۰۵]

ماہر القادری

نعت

رفو ناصح سے کب ہو چاک پیراہن کا عاشق کے
مگر سلوائیں آ، سرور گریباں، آستیں، دامن

محمدؐ باعثِ ایجادِ عالم، جس کے جامے کا
سیے ادریس پیغمبر گریباں، آستیں، دامن

تمہارا ابر رحمت یا محمدؐ مجھ پہ گر برسے
تو ہو پاکیزہ و اطہر گریباں، آستیں، دامن

وگرنہ مصحفیؔ تو وہ سیہ رو ہے کہ کالا ہو
بدن سے جس کے چھوئے گر گریباں، آستیں، دامن

[ماخوذ: 'اردو کی نعتیہ شاعری' از ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ، صفحہ ۳۷-۳۸]

غلام ہمدانی مصحفی

کونین کے ہاتھوں میں محمدؐ کے علم ہیں

کونین کے ہاتھوں میں محمدؐ کے علَم ہیں
پہنچے نہ ذہن وہاں ان کے قدم ہیں

صدیاں ہیں نہیں عہدِ رسالت کی کنیزیں
آفاق بھی سب حاشیہ بردارِ حرم ہیں

قرآن کا پڑھنا بھی زیارت ہے نبی کی
اوصاف ہیں تحریر، خد و خال رقم ہیں

تاریکی پیہم ہو تو وہ صبح کا تارا
سوکھا ہوا موسم تو وہ ابرِ کرم ہیں

میں ان میں فنا ہو کے انہیں دیکھ رہا ہوں
وہ زندہ سلامت پسِ دیوارِ عدم ہیں

اندر بھی میرے دفترِ سرکار کھلا ہے
اس عرش کی تحویل میں بھی لوح و قلم ہیں

کتنا ہی میں تقسیم ہوں، حاصل وہی میرا
کتنی بھی خطائیں ہوں عنایات سے کم ہیں

آنکھیں بھی انہیں دیکھتی رہتی ہیں مظفرؔ
سانسیں بھی انہی قدموں کی آواز میں ضم ہیں

[ماخوذ: رسولؐ نمبر ماہنامہ حسنِ اخلاق اکتوبر ۱۹۹۲، صفحہ ۱۰]

مظفرؔ وارثی

مرا پیمبر عظیم تر ہے

کمال خلاق ذات اس کی
جمال ہستی حیات اس کی

بشر نہیں عظمت بشر ہے
مرا پیمبر عظیم تر ہے

☆☆☆

وہ شرح احکامِ حق تعالیٰ
وہ خود ہی قانون، خود حوالہ

وہ خود ہی قرآن ، خود ہی قاری
وہ آپ مہتاب، آپ ہالہ

وہ عکس بھی اور آئینہ بھی
وہ نقطہ بھی، خط بھی دائرہ بھی

وہ خود نظارہ ہے، خود نظر ہے
مرا پیمبر عظیم تر ہے

☆☆☆

شعور لایا، کتاب لایا
وہ حشر تک کا نصاب لایا

دیا بھی کامل نظام اس نے
اور آپ ہی انقلاب لایا

وہ علم کی اور عمل کی حد ہے   ازل بھی اس کا ہے اور ابد بھی
وہ ہر زمانہ کا راہبر ہے   مرا پیمبر عظیم تر ہے

☆☆☆

بس اک مشکیزہ اور اک چٹائی   ذرا سی جو ایک چار پائی
بدن پر کپڑے بھی واجبی سے   نہ خوش لباسی، نہ خوش قبائی
یہی ہے کل کائنات جس کی   گنی نہ جائیں صفات جس کی
وہی تو سلطانِ بحر و بر ہے   مرا پیمبر عظیم تر ہے

☆☆☆

جو اپنا دامن لہو سے بھر لے   مصیبتیں اپنی جان پر لے
جو تیغ زن سے لڑے نہتا   جو غالب آکر بھی صلح کر لے
اسیر دشمن کی چاہ میں بھی   مخالفوں کی نگاہ میں بھی
امین، صادق ہے معتبر ہے   مرا پیمبر عظیم تر ہے

مظفر وارثی

زباں ہے مدحتِ محبوبِ کبریا کے لیے

بنے ہیں دو جہاں شہِ دو سرا کے لیے   سجی ہے محفلِ کونین مصطفیٰ کے لیے
زباں کو اس لئے شیرینیِ بیاں ملی   زباں ہے مدحتِ محبوبِ کبریا کے لیے
گدائے کوئے مدینہ ہوں کس کا منہ دیکھوں   انہیں کی بخششیں کافی ہیں مجھ گدا کے لیے
انہیں کو لذتِ عشق ملی کہ جنہیں   ازل میں چن لیا قدرت نے اس عطا کے لیے
مرے کریم، مرے چارہ ساز و بندہ نواز   تڑپ رہا ہوں ترے شہر کی ہوا کے لیے
فرازِ طور پہ وہ بے نقاب کیوں ہوتے   کہ آشنا تجلی تھی آشنا کے لیے
حضورؐ نور ہیں، محمودؐ ہیں، محمدؐ ہیں   جگہ جگہ نئے عنوان ہیں ثنا کے لیے
ان ہی کا ذکر ہے، ان ہی کا بیاں، ان ہی کا نام   ہر ابتدا کے لئے ہے ہر انتہا کے لیے

عجیب نشہ بے نام سا ہوا محسوس　　زباں جب بھی کھلی ہے تری ثنا کے لیے

[ماخوذ: 'آج کی خاتون' فروری ۱۹۹۱، صفحہ ۵۷]

جمالِ گنبدِ خضریٰ نظر میں رہتا ہے

جمالِ گنبدِ خضریٰ نظر میں رہتا ہے　　ہزار دھوپ ہو سایہ ہی گھر میں رہتا ہے
درِ نبیؐ کی طلب میں یہ حال ہے اپنا　　کہیں مقیم رہیں، دل سفر میں رہتا ہے
وہ ایک جلوہ جسے دو جہاں سلام کریں　　دلِ شکستہ میں یا چشمِ تر میں رہتا ہے
جہاں تک آپؐ کی تقلید ہو اسی حد تک　　سلیقہء بشریت بشر میں رہتا ہے

(حسان العصر حافظ) مظہر الدین

سکون دل کو یادِ نبی سے ملے گا

سکون دل کو یادِ نبی سے ملے گا　　مزا زندگی کا اسی سے ملے گا
وہ ہیں مظہر حسن ذات الٰہی　　سراپا نہ ان کا کسی سے ملے گا
جو پہنچائے گا منزل ارتقا تک　　وہ رستہ انہی کی گلی سے ملے گا
حقیقت میں سامانِ تزئین ہستی　　ملے گا تو بس آپ ہی سے ملے گا
ہر اک علم کا بیش قیمت خزانہ　　اُس اُمّی کے دستِ سخی سے ملے گا
رہِ زندگی میں بہر سو اجالا　　انہی کی ضیاء گستری سے ملے گا
زمانے کو جس امن کی جستجو ہے　　محمدؐ کی دہلیز ہی سے ملے گا
سرِ حشر درکار ہوگا جو سایہ　　ہمیں حسب منشاؔ انہی سے ملے گا

[ماخوذ: 'قرطاس' مارچ-جون ۲۰۰۵ئ، صفحہ ۱۳۹]

ڈاکٹر منشاء الرحمٰن خاں منشاؔ

روشنی

منزل بھی روشنی ہے تو جادہ بھی روشنی
آقا نے جو بتایا وہ رستہ بھی روشنی
حق تو یہی ہے راہ گذر حیات میں
ان کا ہر اک نقشِ کفِ پا بھی روشنی
ہر زاویئے سے اسوہ منزہ ہے آپ کا
اترا ہے ان پہ جو وہ صحیفہ بھی روشنی
اہلِ نظر کو بھائے نہ کیوں ان کی ذاتِ پاک
چہرہ بھی روشنی قد ہالا بھی روشنی
یادِ خدا میں وہ جہاں رہتے تھے معتکف
اس غار کا تھا گھور اندھیرا بھی روشنی
سچ بات تو یہی ہے کہ اس دورِ تیرہ میں
ہے اس سراپا نور کا چرچا بھی روشنی
منشاؔ کی نعت گوئی کا اللہ رے جمال
ہر حرف روشنی لب و لہجہ بھی روشنی

[ماخوذ: 'قرطاس' مارچ-جون ۲۰۰۵ئ، صفحہ ۱۳۹]

ڈاکٹر منشاء الرحمٰن خاں منشاؔ

جسے بتاتے ہیں محبوب حضرت قدوس

زبان لال کہاں اور مدیح تاج خروس
گرا ہے خاک پہ کیا لعلِ افسرِ کاؤس
ہوا ہے کون سی ایسی مگر مدینہ میں
دمِ مسیح کو ہے جس کی حسرتِ پا بوس
شرف مدینہ کو جس سے ہے ہو نہ ہو وہ ہو
جسے بتاتے ہیں محبوب حضرت قدوس
وہ کون احمدِ مرسل، شفیعِ ہر دُو سَرا
جو خلق کا سبب اور باعث معاد نفوس
یہاں متاع شہنشاہ آفتاب نشاں
فلک سریر و قمر طلعت و ملک ناموس

[ماخوذ: 'اردو کی نعتیہ شاعری' از ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ، صفحہ ۴۳]

دل وجاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

ہوں تو عاشق مگر اطلاق ہے بے ادبی
میں غلام اور وہ صاحب ہیں میں امت وہ نبی
یا نبی یک نگہ لطف بأمّی و اَبی
مرحبا سیّدِ مکّی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

مظہرِ نورِ خدا شکل ہے محسودِ صنم
محو تیرے مَلَک و حور و پری و آدم
کیا ہی عالم ہے کہ تصویر ہی کا سا عالم
من بے دل بہ جمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بو العجبی

دشتِ عالم میں سراسیمہ گذاری اوقات
آج تک منزلِ مقصود نہ پائی ہیہات
مداوائے خضرِ کرامت کہ نہیں پائے ثبات
تا ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
شربتم دہ کہ زحدمی گزرد تشنہ لبی

خود کہا ابنِ ذبیحین تو ظاہر میں کہا
جوہرِ پاک کی خوبی ہے فرشتوں سے سوا
سر سے لے پاؤں تلک نورِ خدا، نامِ خدا
نسبتِ نیست بہ ذاتے تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم توچہ عالی نسبی

صاحبِ خانہ سے ہوتا ہے مکاں کا اکرام
وہی جنت ہے جہاں میں ہو جہاں تیرا قیام
آبِ ہر چشمہ کرے کوثر و تسنیم کا کام
نخلِ بستانِ مدینہ زتو سرسبز مدام
زاں شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی

[ماخوذ: رسولؐ نمبر ماہنامہ حسنِ اخلاق اکتوبر ۱۹۹۲، صفحہ ۳۰]

مومن خاں مومن

رحمت اللعالمینی یا رسولؐ

جرم کی ہو شرم گینی یا رسولؐ
اور خاطر کی حزینی یا رسولؐ
کھینچوں ہوں نقصان دینی یا رسولؐ
تیری رحمت ہے یقینی یا رسولؐ
رحمت اللعالمینی یا رسولؐ
ہم شفیع المذنبینی یا رسولؐ

لطف تیرا عام ہے کر مرحمت
ہے کرم سے تیرے چشم مکرمت
مجرم عاجز ہوں کر ٹک تقویت
تو ہے صاحب تجھ سے ہے یہ مسئلت
رحمت اللعالمینی یا رسولؐ
ہم شفیع المذنبینی یا رسولؐ

کیا سیہ کاری نے منہ کالا کیا
بات کرنے کا نہیں کچھ منہ رہا

رحم کر خاک مذلت سے اٹھا
رحمت اللعالمینی یا رسولؐ

اب ٹھہرتا تک نہیں پائے ثبات
جرم کیا ہیں میری کتنی مشکلات
رحمت اللعالمینی یا رسولؐ

ابر زیر سایہ لطف عمیم
تجھ سے جویائے کرم عاصم اثیم
رحمت اللعالمین یا رسولؐ

نیک و بد تیرے ثنا خوان ہم
ملتفت ہو تو، تو کاہے کو غم
رحمت اللعالمین یا رسولؐ

روؤں ہوں شرم گنہ سے زار زار
دل کو جب ہوتا ہے آکر اضطرار
رحمت اللعالمین یا رسولؐ

سبز برپا ہوگا جب تیرا نشاں
ہووے گی انواع خلقت جمع واں
رحمت اللعالمین یا رسولؐ

رو سیاہی جرم سے ہے لیش تر
ایک کیا آنکھیں ہیں میری بھی ادھر
رحمت اللعالمین یا رسولؐ

جب تلک تاثیر کا تھا کچھ گماں
وقت یکساں تو نہیں اے دوستاں
رحمت اللعالمین یا رسولؐ

میرے عفو جرم کی تخصیص کیا
ہم شفیع المذنبینی یا رسولؐ

دست گیری کر کہ پاؤں میں نجات
ہے کفایت ایک تیری التفات
ہم شفیع المذنبنی یا رسولؐ

خلق سب وابستہ خلق عظیم
سخت حاجتمند ہیں ہم تو کریم
ہم شفیع المذنبنی یا رسولؐ

لطف تیرا آرزو بخش امم
تو رحیم اور مستحق رحم ہم
ہم شفیع المذنبنی یا رسولؐ

ہے عنایت کچھ نہیں اسلوب کار
زیر لب کہتا ہوں میں یہ بار بار
ہم شفیع المذنبنی یا رسولؐ

آفتاب حشر میں بہر اماں
کیوں نہ ہو سائے میں اس کے دو جہاں
ہم شفیع المذنبنی یا رسولؐ

رو سفیدوں میں خجل مجھ کو نہ کر
تجھ سے راجی بے بصر اہل نظر
ہم شفیع المذنبنی یا رسولؐ

کہ قرآں خواں میرؔ تھے کہ سمجھ خواں
اب یہی ہے ہر زباں وردِ زباں
ہم شفیع المذنبنی یا رسولؐ

[ماخوذ: 'ارمغانِ نعت' ساجد صدیقی والی آسی، صفحہ ۷۲]

الٰہی ہوں بہت مشتاق دیدار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

دکھا اس کو جہاں میں غل ہے جس کی آمد آمد کا
الٰہی ہوں بہت مشتاق دیدارِ محمدؐ کا
گھسے مثل قلم پائے طلب لیکن نہ ہاتھ آیا
نشانِ سایۂ احمد نشاں تصویر احمد کا
عبور اللہ نے اس کو دیا ہے علمِ باطن پر
لیا ہر چند ظاہر میں نہ درس اک حرفِ ابجد کا
کرے گا جب کہ وہ اتمام آکر حجت حق کو
زمانے میں رہے گا نام ملحد کا نہ مرتد کا
معانی قل ہو اللہ احد کے ہیں یہاں ناسخ
برائے قافیہ رکھا ہے میں نے میم احمدؐ کا

[ماخوذ: 'ارمغانِ نعت' ساجد صدیقی والی آسی، صفحہ ۸۲]

شیخ امام بخش ناسخ

جہاں کو ہر سو کرے ہے روشن، رخِ منور ترا احمد صلی اللہ علیہ وسلم

اجاڑ ویران ریگ زاروں میں چشمہ بہتا ہوا محمدؐ
جہاں کے سارے ہی بے سہاروں کا آخری آسرا محمدؐ
ابھی ابھی اشک میں نے پونچھے ہیں، ابھی ابھی میں ہنسنے لگا ہوں
مجھے ملا جو یہ خندہ بر لب عزیز از جاں مرا محمدؐ
تو چاند امرت کا ہے یقیناً، تو آفتابِ حیات بھی ہے
جہاں کو ہر سو کرے ہے روشن، رخِ منور ترا محمدؐ
ترے مکاں کی ہے ریت نیاری، ہے سب برابر غنی بھکاری

ترے ہی گھر کا ذرا سا گوشہ مجھے بھی کردے عطا محمدؐ

زباں پہ تیرا جو نام آیا، نفس نفس ہوگیا معطر

ابھی ہی تیرے کرم کا دل میں کھلا ہے اک موگرا محمدؐ

بھلے برُے کتنے میں نے دیکھے ہیں، کتنے سچے ہیں، کتنے جھوٹے ہیں

بھلوں میں لیکن بھلا محمدؐ، کھروں میں میرا کھرا محمدؐ

[ماخوذ: روزنامہ'انقلاب' ۷؍دسمبر ۱۹۸۷]

(سریش بھٹ ناگپوری کی مراٹھی نعت کا اردو ترجمہ)

(ڈاکٹر) سید یحییٰ نشیط

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان ہے شانِ خیر الوریٰ

میرا ایمان ہے، میرا ایقان ہے، کملی والے سے جس کو محبت نہیں

اس کا دنیا میں کوئی ٹھکانہ نہیں، حشر کے دن بھی اس کی کوئی گت نہیں

آپؐ کی شان ہے شانِ خیر الوریٰ، آپؐ کی ذات ہے رحمتوں کی روا

آپؐ جب میرے سر پہ ہیں سایہ فگن، مجھ کو اوروں کے سائے کی حاجت نہیں

جسمِ اطہر کی پاکیزگی کیا کہوں؟ کیا پسینے کا ان کے قصیدہ لکھوں

ایسے پاکیزہ شمس و قمر بھی نہیں، ایسی پھولوں میں بھی نکہت نہیں

سایہ سایہ ترستے ہوؤں کے لئے، آگ جیسا برستے ہوؤں کے لیے

آپؐ کے گھر سے بہتر کوئی گھر نہیں، آپؐ کی چھت سے پختہ کوئی چھت نہیں

آپؐ ناموسِ دیر و حرم کے امیں، آپؐ عقدہ کشائے زمان و زمیں

آپؐ ہیں دونوں عالم کے دانائے راز، آپؐ کے جیسی اوروں کی عظمت نہیں

ہے مکاں آپؐ کا، لامکاں آپؐ کا، زمین آپؐ کی آسماں آپؐ کا

دوجہاں میں سوا آپؐ کے یا نبیؐ، سچ تو یہ ہے کسی کی حکومت نہیں

فکر کے آئینے جس نے چمکا دیئے، جس نے احساس کے دیپ روشن کیے

وہ کرن آفتابِ رسالت کی ہے، اس سے بڑھ کر کسی کی تمازت نہیں
آپؐ کے نام کی برکتیں ہر طرف ، ذاتِ والا کی ہیں عظمتیں ہر طرف
آپؐ مغرب میں ہیں، آپؐ مشرق میں ہیں، آپؐ کے جیسی اوروں میں وسعت نہیں
آپؐ کے دم سے روشن ہے سب بستیاں، آپؐ کے دم سے صحرا ہے روشن نشاں
آپؐ کا نام گونجا نہیں ہو جہاں، ایسی وادی نہیں ایسا پربت نہیں
اس کی باتیں غلط، اس کا قصہ غلط، ہجرِ احمدؐ میں مرنے کا دعویٰ غلط
جس کی آنکھوں میں لہرا نہیں آگ کا، جس کے زخموں سے جاری رطوبت نہیں
روشنی آپؐ سے، آگہی آپؐ سے، زندگی آپؐ سے، ہر خوشی آپؐ سے
آپؐ کے دم سے قائم ہے ہر سلسلہ، آپؐ سے بڑھ کے کوئی بھی نسبت نہیں
اپنے انداز میں اپنے اسلوب میں، اپنے لہجے میں اور اپنی ہی طرز میں
میں بیاں کرسکوں آپؐ کی عظمتیں، میرے حرفوں میں اتنی جسارت نہیں
جو بھی لکھا برائے عقیدت لکھا، جو کہا وہ محبت کے باعث کہا
میں نذیرؔ اس حقیقت کو ہوں معترف، نعت کہنے میں مجھ کو مہارت نہیں

[ماخوذ: روزنامہ 'انقلاب' ۱۱ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ، صفحہ ۵]

نذیر فتح پوری

نعت

حرا پہ یہ تجلی کس کے جلوہ کی نظر آئی
ہوئی گل آتشِ زرتشت شمعِ طور شرمائی
جو پایا ناشناس اہلِ جہاں شاہِ بطحا نے
تو بس آئینہء زانو سے پیدا کی شناسائی
رہے غارِ حرا میں مہرِ انور ایک مدت تک
پسند طبع تھی عزلت شریکِ حال تنہائی
نہ تھا جز ذکرِ حق دنیا و مافیہا سے کچھ مطلب
اسی عالم میں گذرا عالمِ طفلی و برنائی
قدم چالیسویں منزل میں اس یوسف نے جب رکھا
تو پہنچا کاروانِ وحی، آوازِ جرس آئی
عجب آہنگ تھی جس نے جگایا اور سلایا بھی
کھلی تو جاگ اٹھا آنکھوں میں غفلت کی نیند چھائی

ہوا سینے میں اس سے موجزن اک لہجہ عرفاں
کہ تاب اس جزرومد کی فطرتِ انساں نہیں لائی
بڑھا جوش اس کا بڑھ کر ساحلِ افلاک تک پہنچا
اٹھی موج اس سے اٹھ کر عرش کی زنجیر کھڑکائی
جھروکہ عرش کا روح القدس نے کھول کر دیکھا
تو نکلا مدتوں کا ربط، برسوں کی شناسائی
ہوئیں جاری زباں پر آیتیں وہ نور کی جس پر
فدا ہو لحنِ داؤدی و انفاسِ مسیحائی

[ماخوذ: 'اردو میں نعتیہ شاعری' از ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق ناگپوری، کراچی، صفحہ ۳۹۹]

نظم طباطبائی

تم شہِ دنیا و دیں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ

تم شہِ دنیا و دیں ہو یا محمد مصطفیٰ
حاکمِ دینِ متیں ہو یا محمد مصطفیٰؐ
سرگروہِ مسلمیں یا محمد مصطفیٰؐ
قبلۂ اہلِ یقیں یا محمد مصطفیٰؐ
رحمۃ اللعالمیں ہو یا محمد مصطفیٰؐ

ہیں جو یہ دونوں جہاں کی آفرینش کے چمن
باعثِ خلق ان کے ہو تم یا حبیب ذوالمنن
جس میں کیا کیا کچھ عیاں ہے صنع خالق کے جتن
اور اک مطلع پڑھوں یمن سے جس کے سخن
سو سعادت کے قریں ہو یا محمد مصطفیٰ

آپؐ کے نقشِ قدم سے جو مشرف ہوز میں
راز تو خلقت کے تم کو ہی کھلے ہیں شاہِ دیں
دیکھتا ہے اس کی رفعت رات دن عرشِ بریں
اور جو جو کچھ کہ اسرارِ ربُّ العالمیں
سب کے تم برحق امیں ہو یا محمد مصطفیٰؐ

مخبرِ صادق ہو تم یا حضرت خیر الوریٰ
ہے تمہاری ذاتِ والا منبع لطف و عطا
سرورِ ہر دو سرا اور شافعِ روزِ جزا
کیا نظیر اِک اور بھی سب کی مدد کا آسرا
یاں بھی تم واں تمہیں ہو یا محمد مصطفیٰؐ

[ماخوذ: 'اردو کی نعتیہ شاعری' از ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ، صفحہ ۳۸-۳۹]

نظیر اکبرآبادی

خوشبو آئے

شہر طیبہ سے مراعات کی خوشبو آئے
ذرّے ذرّے سے عنایات کی خوشبو آئے

ان کے کردار سے اب بھی ہیں فضائیں مہکیں
اب بھی پاکیزہ خیالات کی خوشبو آئے

عدل و انصاف دیا تم نے جہاں کو آقا
تم سے دنیا میں مساوات کی خوشبو آئے

ماند ہے شمس و قمر آگے رخِ تاباں کے
حسنِ قاسم سے جمالات کی خوشبو آئے

بن گیا جو بھی یہاں سچا نبی کا عاشق
پھر تو اس سے بھی کرامات کی خوشبو آئے

شہرِ طیبہ میں بتائے ہیں جو میں نے نقوی
مجھ کو اب بھی انہی لمحات کی خوشبو آئے

حفظ الرحمن نقوی

یا محمدؐ دو جہاں کی عید ہے تجھ ذات سوں

عشق میں لازم ہے اول تو ذات کو فانی کرے
ہو فنا فی اللہ دائم یاد یزدانی کرے

یا محمدؐ دو جہاں کی عید ہے تجھ ذات سوں
خلق کوں لازم ہے جی کوں تجھ پہ قربانی کرے

جس مکاں میں ہے تمہاری فکرِ روشن جلوہ گر
عقل اوّل آکے واں اقرار نادانی کرے

دیکھ طوبیٰ قد تری جنبش میں آوے شوق سوں
جب گلستانِ ارم کی تو خرامانی کرے

عارفاں بولیں گے جان و دل سے لاکھوں آفریں
جب ولی تیری مدح میں گوہر افشانی کرے

[ماخوذ: 'نقوشِ رسولؐ نمبر' جلد دہم، لاہور، صفحہ ۱۷۲]

ولی دکنی

صلِّ علیٰ سے دل کے دکھوں کی دوا کروں

(غیر منقوط نعت)

ہر دم درودِ سرورِ دو عالم کہا کروں
ہر لمحہ روئے مکرم رہا کروں

اسمِ رسول ہوگا مداوائے دل
صلِّ علیٰ سے دل کے دکھوں کی دوا کروں

ہر سطر اس کی اسوۂ ہادی کی ہو گواہ
اس طرح حالِ احمدِ مُرسل کہا کروں

معمور اس کو کر کے معرّا سطور سے
ہر کلمہ اس کا، دل کے لہو سے لکھا کروں

گو مرحلہ گراں ہے، مگر ہو رہے گا طے
اِسمِ رسول سے ہی دردِ دل کو وا کروں

ہر دم رواں ہو دل سے درودوں کا سلسلہ
طے اس طرح سے راہ کا مرحل کروں

دے دوں اگر رسولِ مکرّم کا واسطہ
دل کی ہر اک مراد ملے، گر دعا کروں

اِس کے علاوہ سارے سہاروں سے ٹوٹ کر
اللہ کے کرم کے سہارے رہا کروں

ہو کر رہے گا سہل، ہر اک مرحلہ کڑا
اللہ کے کرم کا اگر آسرا کروں

اردو کو اِک رسالہ الہام دوں ولی
لوگوں کو دورِ ہادیٔ عالم عطا کروں

[ماخوذ: ''ہادیٔ عالم'' مرکزی ادارہ، تبلیغِ دینیات جامع مسجد، دہلی، صفحہ ۳۴، ۱۹۸۳ء]

محمد ولی رازی

اعلیٰ رفعت والے

اعلیٰ سے اعلیٰ رفعت والے
بالا سے بالا عظمت والے
سب سے بڑھ کر عزت والے
تم پہ لاکھوں سلام

ظاہر و باہر سیادت والے
غالب و قاہر ریاست والے
غلبہ و قہر و طاقت والے
تم پہ لاکھوں سلام

شان و شوکت عظمت والے

تم پہ لاکھوں سلام

سدرہ تمہارا عرش تمہارا

کرسی تمہاری فرش تمہارا

مالک دوزخ، جنت والے

تم پہ لاکھوں سلام

رب نے تم کو سیر کرائی

اپنی خدائی تم کو دکھائی

ایسی اعلیٰ بصیرت والے

تم پہ لاکھوں سلام

عرش پہ تم کو رب نے بلایا

اپنا جلوۂ خاص دکھایا

خلوت والے، جلوت والے

تم پہ لاکھوں سلام

مہ کو تم نے ٹکڑے کیا ہے

سورج تم نے لوٹایا ہے

طاقت والے، قدرت والے

تم پہ لاکھوں سلام

خواب میں جلوہ اپنا دکھاؤ

نوریؔ کو تم روضہ دکھاؤ

چاند سے اچھی صورت والے

تم پہ لاکھوں سلام

[ماخوذ: 'تعمیرِ ادب' حصہ چہارم، صفحہ ۲۶]

سرکار مفتی اعظم ہند نوریؔ

سلام ان پر

وہ جن کے چہرے کے فیض سے کھلِ رہا ہے سورج
وہ جن کی زلفوں کے صدقے بارش کے سلسلے ہیں
وہ جن کی نسبت سے ذرے مہتاب ہورہے ہیں
جورات کرتی ہے استغاثہ
تو خلعتِ نور بخشتی ہے
جبینِ خندہ ،
وہ دامنِ عفو ہی ہر اک قافلہ کی منزل
وہیں پہ ہر قافلہ گیا ہے
وہیں پہ ہر قافلہ رکے گا
وہ سب کے مامن
وہ سب کے ملجا
وہ میرے آقائے دو جہاں ہیں
درود ان پر
سلام ان پر
غلام امید میں کھڑا ہے
متاعِ صبر و نمازِ بخشش

ڈاکٹر محمد یحییٰ جمیل، امراوتی

شعرا کا مختصر تعارف

(مولانا) ابوالکلام آزاد: (۱۸۸۸-۱۹۵۸ئ) آپ کی پیدائش مکہ معظمہ میں ہوئی، حجاز و مصر میں تعلیم پائی، ہندوستان آنے کے بعد کولکتہ میں سکونت اختیار کی، عربی مادری زبان تھی، مگر فارسی اور اردو پر بھی مکمل عبور رکھتے تھے۔ ۱۹۱۲ء میں الہلال جاری کیا، ملکی سیاست میں حصہ لیا اور کانگریسی سیکولرزم کے علمبردار رہے۔ مولانا آزاد ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۸ء تک وزیر تعلیم رہے۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

مولانا نے کم عمری سے شاعری کی ابتدا کی اور امیر مینائی اور داغ دہلوی سے اصلاح لی۔

جگن ناتھ آزاد: (۱۹۱۸-۲۰۰۴ئ) کا شمار اردو کے بہترین ادبا اور شعرا میں ہوتا ہے۔ نیز ان کا شمار اقبالیات کے ماہرین میں ہوتا ہے۔ انھوں نے پاکستان کا پہلا ترانہ نظم کیا تھا۔ وہ ستر کتابوں کے مصنف ہیں۔

ابرار کرتپوری: ابرار کرت پوری نے شعر گوئی کی ابتدا اپنے وطن میں ۱۹۵۹ء سے کی۔ وہ ۱۹۶۱ء میں دہلی آئے، یہاں انھیں شارب ردولوی جیسے اساتذہ سے استفادے کا موقع ملا اور ان کی شاعری میں نکھار آیا۔ ۱۹۸۵ء میں ابرار پاکستان کے نامور شاعر جناب مظفر وارثی کی نعتیہ شاعری سے بہت متاثر ہوئے اور ان کا رجحان طبع نعت و حمد کی طرف ہوا۔ چنانچہ ان کا پہلا مجموعۂ نعت ''وَرَفعنا لکَ ذِکرک'' ۱۹۸۷ء میں شایع ہو کر مقبول ہوا۔ اُن کا دوسرا مجموعہ نعت ''مدحت'' ۱۹۹۲ء میں شایع ہوا جسے اہلِ علم و فکر و نظر حضرات نے پسند کیا۔ اس مجموعہ پر محمد ﷺ کے حروفِ ابجد کے اعداد کے مطابق ۲۹ نعتیں غالب کے مصرعوں پر کہی گئی شامل تھیں۔ ابرار کرت پوری نے محامد بھی کہیں جن کا مجموعہ ''خالق ذوالجلال'' ۱۹۹۴ء کتابی شکل میں شایع ہوا۔ اس مجموعہ کے بارے میں پروفیسر عنوان چشتی نے لکھا تھا کہ برِصغیر میں پاکستان میں پہلا محامد کا مجموعہ ''الحمد'' مظفر وارثی کا شایع ہوا اور ہندوستان میں یہ شرف ابرار کرت پوری کو حاصل ہوا۔

ابرار کرت کے متعلق الحاج مولانا قاضی سجاد حسین نے فرمایا: ''عزیزم ابرار کرت پوری سلمہٗ کے کلام میں حبِ نبوی کی جھلک نظر آتی ہے میں دست بہ دعا ہوں کہ اُن کی قلبی کیفیت میں حق تعالیٰ

روز افزوں اضافہ فرمائیں اور بارگاہِ ایزدی میں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے مجموعہ کلام ''ورَفعنا لک ذکرک'' کو مقبولیت عطا فرمائے آمین۔''

(اردو زبان کا معتبر اور محترم نعتیہ شاعر ابرار کرت پوری، از فیروز بخت احمد، اردو ٹائمز ۹ ستمبر ۲۰۰۷)

ابوالمجاہد زاہد: (۶ مارچ ۲۰۰۹ء) مولانا ابوالمجاہد زاہد کو اردو اور فارسی دونوں زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ وہ ایک پختہ کار اور کہنہ مشق شاعر تھے۔

احسان دانش: (۱۹۱۴-۱۹۸۲ء) اردو کے نہایت مقبول شاعر ہیں۔ وہ اتر پردیش کے مظفر نگر کے کاندھلا گانو میں پیدا ہوئے۔ صرف پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کی اور مزدوری کرنے لگے۔ انھوں نے اپنی ذاتی کوشش سے عربی اور فارسی زبانیں سکھیں۔ وہ اپنے وطن سے لاہور ہجرت کر گئے اور پھر وہاں انھوں نے شاعری کا آغاز کیا۔ احسان دانش نے اپنی طویل ادبی زندگی میں مندرجہ ذیل شعری و نثری تصنیفات یادگار چھوڑیں۔

جہان دانش، جہان دیگر، ابلاغ دانش، تشریح غالب، فصل سلاسل، آواز سے الفاظ تک، زنجیر بحران، ابر نیساں، میراث مومن، اردو مترادفات، درد زندگی، حدیث ادب، لغات الاصلاح، نفیر فطرت۔

احمد ندیم قاسمی: (۱۹۱۶-۲۰۰۶ء) مشہور ترقی پسند ادیب و شاعر ہیں۔ افسانہ نگاری بھی کی ہے۔ ان کے والد کا شمار اہل اللہ میں ہوتا تھا۔ ان کے بقول جب وہ ترقی پسند مصنفین کا سکریٹری جنرل تھا، اس وقت بھی ان کی نعتیں امروز میں چھپتی تھیں۔ ڈاکٹر مجید رائے لکھتے ہیں کہ ان کی نعتیں نہ صرف شعر و سخن کے اعلیٰ معیارات و اقدار پر پوری اترتی ہیں، بلکہ عوام میں بھی بہت مقبول و پسندیدہ ہیں۔

شعری مجموعے: رم جھم، شعلہ گل، دشت وفا، جلال و جمال

افسانوی مجموعے: سناٹا، آس پاس، در و دیوار، چوپال، گھر سے گھر تک

اختر شیرانی: (۱۹۰۵-۱۹۴۸) نام داؤد خاں تھا۔ ان کے والد حافظ محمود شیرانی ایک بلند پایہ محقق تھے۔ انھوں نے لاہور میں تعلیم و تربیت پائی۔ آزاد منش تھے اور لاہور کے ایک مجلہ ''رومان'' کے مدیر رہے۔ اختر کا شمار صف اول کے رومانی شعرا میں ہوتا ہے۔ کئی مجموعے شائع ہوئے۔ ان میں صبح بہار، نغمہ حرم، طیور آوارہ، شعرستان، اخترستان قابل ذکر ہیں۔

اداؔ جعفری: (۱۹۲۴) خاندانی نام عزیز جہاں ہے۔ اداجعفری کا شمار اردو غزل کی معتبر شاعرات میں ہوتا ہے۔ انھوں نے تیرہ برس کی عمر سے شعرگوئی کا آغاز کیا۔ انھوں نے اختر شیرانی اور اثر لکھنوی سے مشورہ سخن کیا۔ پہلے وہ ادا بدایونی کے نام سے لکھا کرتی تھیں۔ ۱۹۴۷ء میں ان کی شادی نورالحسن جعفری سے ہوئی۔ شادی کے بعد انھوں نے اپنا قلمی نام اداجعفری رکھ لیا۔ اس وقت شاعری شروع کی جب عورتوں کے لیے شعرگوئی معیوب سمجھی جاتی تھی۔ ان کا خاص میدان غزل ہے۔ ان کے تین مجموعے؛ میں ساز ڈھونڈھتی رہی، شہر درد، غزالاں تم تو واقف ہو شائع ہوئے۔ ان میں ان کی نعتیں بھی ملتی ہیں۔

حضرت شاہ اسماعیل دہلوی: آپ نے ۱۱۹۳ھ میں اس دنیا میں قدم رنجہ فرمایا۔ آپ کے والد شاہ عبدالغنیؒ، حضرت دہلوی کے صاحبزادے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، لیکن ان کی وفات کے بعد آپ کے چچا حضرت عبدالعزیز محدث دہلوی نے آپ کی تعلیم وتربیت پر توجہ دی۔ حضرت شاہ اسماعیل دہلوی نے حضرت سید احمد بریلوی سے بیعت کی اور تحریک جہاد میں آپ کے ہمرکاب رہے اور سکھوں سے جنگ کرتے ہوئے، بالاکوٹ میں جام شہادت نوش کیا۔

اسمٰعیل میرٹھی: (۱۸۴۴۔۱۹۱۷ئ) میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ بارہ سال کی عمر میں سررشتہ تعلیم سے منسلک ہوگئے۔ ۲۸/سال تک درس وتدریس میں مشغول رہے۔ انھوں نے شاعری اور انشاپردازی میں خوب نام کمایا اور وظیفہ یاب ہونے کے بعد تصنیف وتالیف جاری رکھا۔ ان کی شہرت کا اہم سبب ان کی درسی کتب ہیں۔ انھوں نے ایسی نظمیں بھی لکھیں، جن کی وجہ سے انھیں جدید نظم کا معمار قرار دیا جاسکتا ہے۔ انگریزی نظموں کے ترجمے کیے۔ انھیں اردو نظم معریٰ کا بانی تسلیم کیا جاتا ہے۔

اشفاق کارنجوی: اشفاق احمد قریشی المتخلص بہ اشفاق ۵/نومبر ۱۹۶۸ء کو کارنجہ لاڈ ضلع واشم میں پیدا ہوئے۔ ان دنوں غلام نبی آزاد جونیر کالج میں درس وتدریس میں مشغول ہیں۔ شاعری کی ابتدا غزل سرائی سے کی۔ نعت گوئی کی سعادت بھی حاصل ہے۔ ان کا نعتیہ مجموعہ بعنوان ''کاغذ کا مقدر'' ۲۰۰۰ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا۔ ایک اور نعتیہ مجموعہ زیر ترتیب ہے۔

اصغر گونڈوی: (۱۸۸۴۔۱۹۳۶ئ) اصل وطن گورکھپور تھا، مگر گونڈہ میں سکونت اختیار کی

،اس لیے اصغر گونڈوی کے نام سے شہرت پائی۔ مالی مشکلات کے سبب انٹرنس بھی پاس نہیں کر سکے۔ مگر ذاتی کوشش سے فارسی اور اردو پر عبور حاصل کرلیا۔ ہندوستانی اکیڈمی کے رسالے ''ہندوستانی'' کے مدیر رہے۔ اصغر نے وجد بلگرامی سے مشورہ سخن کیا۔ تصوف کی طرف میلان تھا ،مشہور صوفی بزرگ قاضی شاہ عبدالغنی سے متاثر تھے۔ ان کا پہلا مجموعہ کلام ''نشاط روح'' ۱۹۲۵ء میں اور دوسرا ''سرود زندگی'' ۱۰۳۵ء میں شائع ہوا۔ وہ غزل کے شاعر تھے۔ ان کی شاعری تصوف کے مضامین کی حامل ہے۔ نازک خیالی اور معنی آفرینی کے علاوہ زبان کی صفائی کے پہلو سے ان کی غزلیں ممتاز ہیں۔

اقبال عظیم: (۱۹۱۳۔۲۰۰۰ئ) پروفیسر اقبال عظیم انبہٹہ ضلع سہارن پور میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے لکھنو یونیورسٹی سے بی۔ اے۔ اور آگرہ یونیورسٹی سے ایم۔ اے۔ کیا۔ وہ ۱۹۵۰ء سے ۱۹۷۰ء تک ڈھاکہ اور چٹگام میں گورنمنٹ اردو کالج میں درس وتدریس میں مشغول رہے۔

ان کا ایک مکمل نعتوں کا مجموعہ بعنوان ''قاب قوسین'' شائع ہوا اور ''لب کشا'' دوسرا مجموعہ ہے ،جس میں نعتوں کے ساتھ غزلیں بھی ہیں۔ پروفیسر اقبال عظیم کی نعتوں میں سوز اور دردمندی ہے۔ اپنے مجموعے ''قاب قوسین'' کے آغاز میں انھوں نے ''سخن گسترانہ'' کے عنوان کے تحت آداب نعت گوئی کی وضاحت بھی کی ہے۔

اکبر الہ آبادی: (۱۸۴۶۔۱۹۲۱) حصول علم کے بعد محکمہ تعمیرات میں ملازم ہوگئے۔ پھر نوکری چھوڑ دی اور قانون کا مطالعہ شروع کیا اور مختاری کے امتحان میں کامیابی حاصل کی اور نائب تحصیلدار بنے۔ اکبر نے دوران تعلیم انگریزی زبان پر خوب محنت کی اور وکالت کا امتحان پاس کیا اور نائب جج کے عہدے پر ترقی پائی۔ ۱۹۰۳ء میں ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔

اکبر ،وحید الہ آبادی کے شاگرد تھے۔ انھوں نے شاعری کا آغاز غزل گوئی سے کیا۔ وہ ۱۸۶۰ء سے طنز ومزاح کی طرف مائل ہوئے۔ ان کا کلام تین جلدوں میں شائع ہوا تھا۔ اکبر مسلمانوں کی زبوں حالی پر دل شکستہ تھے اور مغربی تہذیب وتمدن کو ملت کے حق میں زہر ہلاہل سمجھتے تھے۔ ان کے کلام میں نعتیہ مضامین جزوی شکل میں بھی موجود ہے اور روایتی انداز میں بھی انھوں نے نعتیں نظم کی ہیں۔

احمد امام: احمد امام بالا پور (ضلع اکولہ) میں پیدا ہوئے۔ درس وتدریس کے پیشے سے منسلک

ہیں۔ ان کے تین مجموعے شائع ہوئے۔ خاص میدان غزل گوئی ہے۔ کچھ نعتیں بھی لکھی ہیں۔ بچوں کے شاعر کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں۔ بچوں کے لیے لکھی گئی نظموں کا مجموعہ ''شاخ گل'' کے نام سے شائع ہوا، جبکہ غزلیات کا مجموعہ ''اکتساب'' زیور طباعت سے آراستہ ہوا۔

امجد حسین خطیب ایلچپوری: (۱۲۴۸ھ۔ ۲۷ دسمبر ۱۹۰۵ئ) ان کے جد امجد سید عبدالملک مثنی، حضرت شاہ عبدالرحمان غازی المعروف بہ دولہا رحمن غازی کے ہمراہ ایلچپور (اچلپور) تشریف لائے تھے۔ عبدالملک کا سلسلہ نسب گیارھویں پشت میں حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے ملتا ہے۔ ان سے دسویں پشت میں سید امجد حسین خطیب ہیں۔ آپ کا اسم گرامی ابوالفتح ضیاء الدین محمد تھا اور عرفیت سید امجد حسین خطیب۔ آپ عربی اور فارسی دونوں زبانوں پر کامل عبور رکھتے تھے۔ آپ اہل شہر کے دینی رہنما تھے۔ شعر و شاعری سے شغف تھا۔ آپ کا کلام تصوف و عشق رسولؐ میں ڈوبا ہوا تھا۔ خطیب صاحب کی زبان نعت رسولؐ ہی کے لیے تھی۔ آپ فرماتے ہیں:

اس سوچ میں رہتا ہوں شام و سحر — لکھا کرتا ہوں مدحت فخر بشر
میرے پاس تو نقد وفا نہ رہا — میری ہوگی نجات اسی سے مگر

آپ کی نعتوں کے تمام اشعار رسول اکرم ﷺ سے محبت کے آئینہ دار ہیں۔ (ایلچپور کے چند قدیم اردو شعرا، ڈاکٹر سید وسیمہ دردانہ باسط)

(حاجی) امداد اللہ مہاجر مکّی: (۱۲۳۳۔ ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ئ) آپ کا سلسلۂ نسب حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے جا ملتا ہے۔ آپ نے نامور علما سے علم و فضل کی تحصیل کی۔ آپ نے اٹھارہ برس کی عمر میں مولانا نصیر الدین صاحب نقشبندی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اپنے مرشد کے ہمراہ حضرت سید احمد شہید کی تحریک جہاد میں شریک ہوئے اور اس عمل کو خلاف طریقت نہیں سمجھا۔

امیر مینائی: (۱۸۲۹۔۱۹۰۰ئ) لکھنو میں پیدا ہوئے۔ مفتی سعد اللہ اور فرنگی محل کے علما سے علوم مروجہ کی تحصیل کی۔ عربی و فارسی پر دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ کم عمری ہی سے طبیعت شعر و سخن کی طرف مائل تھی۔ امیر کے غزلوں کے دو دیوان مرآۃ الغیب اور صنم خانہ ہیں۔ ایک عظیم لغت کی تالیف کا منصوبہ بنایا تھا، مگر یہ مکمل نہیں ہو سکا۔

امیر مینائی کے عہد میں صنف نعت فکر و فن کے لحاظ سے اوج کمال کو چھو رہی تھی۔ امیر اور محسن کے تجربوں کو قبولیت عام حاصل ہوا۔ نعت گوئی میں امیر کا سرمایہ حسب ذیل ہے:

محامد خاتم النبیین (نعتیہ دیوان)، نور تجلی اور ابر کرم (مثنویاں)، ذکر شاہ انبیا (مولود شریف بصورت مسدس)، صبح ازل (مسدس بیان ولادت حضور علیہ ﷺ)، شام ابد (مسدس، رفیق اعلیٰ سے وصال کا ذکر)

ڈاکٹر انجم ضیاء الدین تاجی: (پ: ۱۹۶۴ئ) جی ایس کالج کھام گاؤں میں صدر شعبہ فارسی ہیں۔ آپ کے والد محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد منیر الدین تاجی (مرحوم) فارسی ادب کے معروف استاد تھے۔ انجم تاجی صاحب، تحقیق میں خصوصی دلچسپی رکھتے ہیں۔ محمد یحییٰ جمیل کے ساتھ "فارسی شاعری کے اسالیب کا مطالعہ" جیسی موقر کتاب تحریر کی۔ فارسی ادب میں آپ کی چند کتابیں منتظر اشاعت ہیں۔ شاعری میں ابتدائی عمر ہی سے دلچسپی ہے۔ فارسی شاعری کا اردو میں ترجمہ بھی کرتے رہتے ہیں۔ کھامگاؤں میں انگریزی ذریعہ تعلیم والی اسکول کے صدر ہیں اور نونہالان قوم کی تربیت پر خصوصی توجہ دیتے ہیں۔

انشاء اللہ خاں انشاء: (۱۷۵۶۔۱۸۱۷ئ) انشا مرشد آباد میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم و تربیت پائی۔ شاہ عالم کے زمانے میں دلی گئے اور بادشاہ نے انھیں تقرب خاص سے نوازا۔ کچھ عرصہ بعد لکھنو چلے گئے اور وہاں شہزادہ سلیمان شکوہ کی ملازمت اختیار کر لی۔ پھر نواب سعادت علی خاں کے مصاحب خاص بن گئے۔ عمر کے آخری دور میں نواب ان سے ناراض ہو گئے اس لیے پریشانی اور تنگ دستی کا سامنا کرنا پڑا۔

انشا اردو، فارسی اور عربی کے علاوہ ترکی، پشتو، پنجابی، مارواڑی اور کشمیری زبانیں بھی جانتے تھے۔ کلیات کے علاوہ ان کا ایک ریختی کا دیوان بھی ہے۔ انشا پہلے شخص ہیں جنھوں نے اردو زبان کی قواعد پر ایک کتاب لکھی۔

بہادر شاہ ظفر: (۱۷۷۵۔۱۸۶۲ئ) مغل سلطنت کے آخری تاجدار تھے۔ ظفر کا شمار اردو کے ممتاز شعرا میں ہوتا ہے۔ ذوق کے شاگرد تھے۔ ذوق کی وفات کے بعد غالب کی شاگردی اختیار کی۔ کلام میں سادگی اور اثر آفرینی بہت ہے۔ ان کے چار دیوان شائع ہوئے۔ پانچواں دیوان غدر میں ضائع ہو گیا۔ ظفر کی نعتیں فضائل نبوی سے معمور ہیں اور عاجزانہ التجاؤں کی حامل ہیں۔

بہزاد لکھنوی: (۱۹۰۰ئ-(۲۷ رمضان) ۱۰/ اکتوبر ۱۹۷۴ئ) آپ کے والد عاشق رامپوری داغ دہلوی کے شاگرد تھے۔ بہزاد لکھنوی پہلے آل انڈیا ریڈیو اور بعد میں ریڈیو پاکستان

سے وابستہ رہے۔ تمام عمر نعت گوئی میں بسر کی۔ آپ کے چالیس نعتیہ مجموعے زیور طباعت سے آراستہ ہوئے۔ ان میں نغمہ کور، کیف و سرور، موج طہور اور چراغ طور بہت مقبول ہوئے۔ بہزاد نے گیت کی شکل میں نعت گوئی کے ایک نئے طرز کی بنیاد رکھی۔ ان کے سو نعتیہ گیتوں کا ایک مجموعہ ''موج نور'' کے نام سے شائع ہوا۔

بیدم وارثی: (۱۸۷۶ ۔ ۱۹۳۶ ئ) بیدم نعت کے مقبول ترین شاعر ہیں۔ ان کی نعتیں مجلسوں کے علاوہ قوالی کی محفلوں کو بھی رونق بخشتی ہیں۔ ان کی نعت گوئی کے متعلق ناطق لکھنوی کہتے ہیں کہ ''حضرت بیدم شاہ وارثی حقائق و معارف کے جس قدر آشنائے راز ہیں، نہ جاننے والے بھی جانتے ہیں، مگر اظہار معارف و حقائق پر ان کو جیسی اور جتنی قدرت ہے، اس حقیقت کا عرفان بہت کم لوگوں کو ہے۔ (دیوان بیدم، ص ۶) شفق عماد پوری کی رائے میں ''آپ کا دیوان صوری و معنوی خوبیوں سے آراستہ ہے۔ ظاہری خط و خال کی طرح باطنی حسن و جمال سے پیراستہ، عاشقانہ جذبات کی تصویر، عارفانہ خیالات کا مرقع، روحانیت کا آئینہ، اسم با مسمیٰ نور العین ہے۔'' (نور العین المعروف مصحف بیدم، ص ۱۳)

بیکل اتساہی: بلرام پور میں پیدا ہوئے۔ انھیں ۱۹۷۶ء میں ان کی ادبی خدمات کی وجہ سے پدم شری کا اعزاز عطا کیا گیا۔

پاگل عادل آبادی: نام احمد شریف تخلص پاگل ہے۔ نظام آباد (آندھرا پردیش) میں پیدا ہوئے۔ مزاحیہ شاعری کی۔ ان کا شعری مجموعہ بعنوان ''کھسر پھسر'' شائع ہوا۔

شیخ قلندر بخش جرأت: (متوفی ۱۲۲۵ھ) شیخ قلندر بخش کے نام سے شہرت پائی، اصلی نام یحییٰ امان تھا۔ ان کا بچپن فیض آباد میں گزرا۔ پھر لکھنو چلے آئے۔ شروع میں نواب محبت خاں کی رفاقت میں رہے۔ بعد میں مرزا سلیمان شکوہ کی ملازمت اختیار کی اور تا حیات ان سے وابستہ رہے۔ شاعری میں وہ مرزا جعفر علی حسرت کے شاگرد تھے۔ ایک دیوان اور دو مثنویاں ان کی یادگار ہیں۔

جگر مراد آبادی: (۱۸۹۰ ۔ ۱۹۵۸ ئ) علی سکندر نام تھا۔ ان کے والد مولوی علی نظیر نظر بھی شاعر تھے۔ بنارس میں پیدا ہوئے۔ بعد از آں ملازمت کے سبب مراد آباد میں سکونت اختیار کی۔ باقاعدہ تعلیم سے محروم رہے۔ جگر بچپن ہی سے شعر گوئی کی طرف مائل تھے۔ انھوں نے ابتدا میں داغ کی شاگردی اختیار کی۔ منشی امیر اللہ تسلیم سے بھی مشورہ سخن کیا، لیکن اصغر گونڈوی سے متاثر ہوئے۔ ان

کی ابتدائی شاعری میں رندی کا غلبہ ہے لیکن جذبات واحساسات کی ترجمانی میں بڑی صفائی اور والہانہ پن ہے۔ بعد کے دور میں ان کے کلام میں حسن وعشق کے معاملات کے ساتھ حقوق و معارف پر مبنی مضامین بھی راہ پانے لگے تھے۔ وہ غزل گو شاعر تھے اور ان کے تین مجموعے: آتش گل، داغ جگر اور شعلہ طور شائع ہوئے۔

جوش ملیح آبادی: (۱۸۹۸ـ۱۹۸۲ئ) شبیر حسین خاں جوش ملیح آبادی اردو کے نامور اور قادر الکلام شاعر تھے۔ ملیح آباد میں پیدا ہوئے۔ تقسیم ہند کے چند برسوں بعد ہجرت کر کے کراچی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ جوش نہ صرف اپنی مادری زبان اردو میں ید طولیٰ رکھتے تھے بلکہ آپ عربی، فارسی، ہندی اور انگریزی پر عبور رکھتے تھے۔ آپ کثیر التصانیف شاعر و مصنف تھے۔ آپ کے شعری مجموعوں اور تصانیف میں مندرجہ ذیل نام اہم ہیں۔

شعری مجموعے: روح ادب، آوازہ حق، شاعر کی راتیں، جوش کے سو شعر، نقش و نگار، شعلہ و شبنم، پیغمبر اسلام، فکر ونشاط، جنوں وحکمت، حرف و حکایت، حسین اور انقلاب، آیات ونغمات، عرش وفرش، رامش ورنگ، سنبل وسلاسل، سیف وسبو، سرور وخروش، سموم وسبا، طلوع فکر، موجد و مفکر، قطرہ قلزم، نوادر جوش، الہام وافکار، نجوم وجواہر، جوش کے مرثیے، عروس ادب (حصہ اول و دوم)، عرفانیات جوش، محراب ومضراب، دیوان جوش۔

نثری مجموعے: مقالات جوش، اوراق زریں، جذبات فطرت، اشارات، مقالات جوش، مکالمات جوش، یادوں کی بارات (خود نوشت سوانح)

حافظ لدھیانوی (۱۹۲۱ـ۱۹۹۹ء) پاکستان کے صف اول کے نعت گو شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کا اصل نام سراج الحق تھا۔ ان کے والد حافظ قرآن اور قادر الکلام شاعر تھے۔ احقر تخلص کرتے تھے۔ حافظ نے بھی ۱۹۳۵ء میں حفظ قرآن کی تکمیل کی۔ ۱۹۳۸ء میں لدھیانہ سے میٹرک کرنے کے بعد انہوں نے گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کیا۔ تکمیل تعلیم کے بعد ملازمت اختیار کی اور ساتھ ساتھ شعر وشاعری کا سلسلہ جاری رکھا۔ انہوں نے حمد ونعت کو اپنا میدان چنا اور مدحت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں خصوصی طور پر شہرت حاصل کی۔ کلام نیرنگ خیال، ادب لطیف، مخزن، عالم گیر، ہمایوں اور دیگر موقر رسائل و جرائد میں شائع ہوتا رہا۔ حافظؒ نے مسدس، مخمس، رباعی، قطعہ، غزل غرض ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی۔ ''خامہ مژگان'' پہلا مجموعہ کلام ہے۔ بعد ازاں

ثنائے خواجہ"، مدحت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم، نشید حضوری"، متاع بے بہا، کیف مسلسل، نعتیہ قطعات اور ذوالجلال والاکرام کے نام سے نعتیہ وحمدیہ کلام کے مجموعے شائع ہوئے۔ نثر میں جمال حرمین (سفرنامہ حجاز) اور متاع گم گشتہ (شخصی خاکے) ان کی یادگار ہیں۔ ان کا کلام سوز وکیف، عقیدت ومحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان ویقین کی دولت مندی سے مالا مال ہے۔ زبان بامحاورہ، صاف ستھری اور ٹکسالی ہے۔ (تعارف وانتخاب نعت، پروفیسر خضر حیات ناگ پوری)

(مولانا) الطاف حسین حالی: (۱۸۳۷ئ۔ ۱۹۱۴ئ) حالی کے اجداد سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانے میں ہندوستان آئے۔ نو برس کی عمر میں یتیم ہوگئے۔ تعلیم کی تکمیل دلی کے علما کی صحبت میں ہوئی۔ حصار میں ڈپٹی کلکٹر کے دفتر میں ملازم ہوگئے۔ غدر کے بعد دلی پہنچے، وہاں غالب کی صحبت میں ادبی مذاق کی آبیاری ہوئی۔ غالب اور شیفتہ کے انتقال کے بعد لاہور منتقل ہوگئے اور پنجاب بک ڈپو میں مترجم کی حیثیت سے متعین ہوئے۔

اردو شاعری کی اصلاح کے خیال سے انھوں نے اپنے دیوان کا طویل دیباچہ لکھا، جو "مقدمہ شعر وشاعری" کے نام سے الگ کتابی شکل میں شائع ہوا۔ یہ کتاب نئی اردو تنقید کا نقطہ آغاز ہے۔ حالی نے مسلمانوں کی اصلاح اور انھیں سربلندی کا راستہ دکھانے کے لیے شاعری کا استعمال کیا۔ انھوں نے نعتیں بھی لکھی ہیں اور مسدس میں بھی نعتیہ مضامین نظم کیے ہیں۔ ان کی نعتیں ان کے دل کی آواز ہیں اور وہ دلوں میں جاگزیں ہوجاتی ہیں۔

(مولانا) حسرت موہانی: (۱۸۷۵۔ ۱۹۵۱ئ) نام سید فضل الحسن تھا، اناؤ کے قصبہ موہان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد اظہر حسین کا تعلق سادات نیشاپور سے تھا۔ ایم۔ اے۔ او کالج میں تعلیم حاصل کی۔ ان کے ادبی ذوق کی وجہ سے کالج میگزن "اردوے معلا" کے مدیر نامزد کیے گئے۔ حسرت موہانی آربندو گھوش اور لوک مانیہ تلک کے افکار سے بہت متاثر تھے۔ ان کی حب الوطنی کی وجہ سے انھیں ۱۹۰۳ء میں کالج سے خارج کردیا گیا۔ وہ کانگریس سے وابستہ تھے۔ ۱۹۰۷ء میں تلک کے ساتھ کانگریس سے علاحدگی اختیار کی۔ ایک مضمون لکھنے کے جرم میں دوسال قید بامشقت کی سزا ہوئی۔ حسرت نے کئی بار حج بیت اللہ ادا کیا۔ ۱۹۲۸ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوگئے۔ آزادی کے بعد وہ دستور ساز اسمبلی کے ممبر بنائے گئے۔ وہ واحد رکن تھے، جنھوں نے دستور کے مسودے پر دستخط کرنے سے انکار کیا تھا۔

حسرت شاعری میں غزل گو کی حیثیت سے مشہور ہیں، انھیں ''رئیس المتغزلین'' کا لقب عطا کیا گیا۔ ایک دیوان اور شرح کلام غالب ان کے یادگار ہیں۔ حسرت نے اپنی نعتوں میں فضائل نبوت، احکام رسول اللہ ﷺ کا اتباع اور زیارت مدینہ کے ارمان جیسے موضوعات کا احاطہ کیا ہے۔

(حضرت) حسن رضا خاں بریلوی: (م ۱۳۲۶ھ) مولانا کی نعت گوئی میں اپنے والد اعلی حضرت فاضل بریلوی کا عکس نمایاں ہے۔ زبان و بیان سادہ و سلیس اور ابہام سے پاک ہے۔ آپ نے مشکل زمینوں میں صنائع بدائع اور دیگر شعری محاسن کے ساتھ نعت گوئی کی ہے۔

میر حسن دہلوی: (۱۷۳۶۔۱۷۸۶ئ) نام غلام حسن تھا۔ ان کے اجداد کا تعلق سادات ہرات سے تھا۔ دلی میں پیدا ہوئے۔ وہ اپنے والد میر غلام حسین ضاحک کے ساتھ بارہ برس کی عمر میں فیض آباد چلے گئے۔ میر حسن نواب آصف الدولہ کے عہد میں لکھنو آبسے۔ انھوں نے میر ضیاء الدین ضیا کی شاگردی اختیار کی، نیز میر درد کو بھی اپنا کلام دکھایا۔ انھوں نے تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی۔ ان کی مثنوی ''سحر البیان'' کو جو مقبولیت حاصل ہوئی، وہ کسی دوسری مثنوی کے حصے میں نہیں آئی۔ ان کی دوسری مثنوی 'گلزار ارم' ہے۔ انھوں نے اردو شعرا کا تذکرہ بھی لکھا۔ میر انیس ان کے پوتے تھے۔

حفیظ تائب: (۱۹۳۱۔ ۲۰۰۴ئ) آپ کا وطن احمد نگر ضلع گوجرانوالہ ہے۔ ۱۹۴۹ء میں محکمہ برقیات میں ملازم ہو گئے۔ آپ نے ۱۹۷۴ء میں پنجابی میں ایم۔اے۔ کیا۔ ۱۹۷۶ء میں اورینٹل کالج لاہور میں جز وقتی لیکچرر کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ ۱۹۷۹ء میں ریگولر لیکچرر کی حیثیت سے خدمات انجام دینا شروع کی۔ تا حیات درس و تدریس میں مشغول رہے۔ حفیظ تائب کی نعتوں کے مجموعے 'صلوا علیہ وآلہ، وسلموا تسلیما، وہی یاسیں وہی طٰہٰ، کوثریہ' ہیں۔ وفات کے بعد ان کی کلیات بھی زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔

حفیظ تائب نعت کی تنقید و تحقیق میں ایک معتبر نام ہے۔ انھوں نے پاکستانی شعرا کی نعتوں کا ایک مجموعہ بعنوان 'بہار نعت' ترتیب دیا۔ ''ان کے یہاں توصیف وثنا کے علاوہ استمداد و استغاثہ کا مضمون بکثرت ملتا ہے...... مجبوری کی تڑپ کے ساتھ ساتھ حاضری و حضوری کے مشتاقانہ مضامین ان کی نعت کا ایک دلگداز اور دل کشا رخ ہیں۔ ان کا نظام فکر اور ان کا اسلوب شعری حمد و نعت کی

جدید حسیت کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔" (مقالہ ص ۴۰۰)

حفیظ جالندھری: (۱۹۰۰ء تا ۲۱ر دسمبر ۱۹۸۲ئ) حفیظ جالندھری کا شمار اردو کے نامور شعرا میں ہوتا ہے۔ وہ فارسی کے نامور شاعر غلام قادر بلگرامی کے شاگرد تھے۔ انھیں "شاہنامہ اسلام" کی وجہ سے اہل اردو کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ "ان کی نعتیں عموماً مترنم بحروں، ہلکے پھلکے لفظوں اور غنائی لہجے میں ہوتی ہیں۔" (ص مقالہ ۳۸۸) شاہنامہ اسلام دراصل اولین منظوم سیرت ہے۔ اس میں نبوت کے فضائل، احکام وتعلیمات، سیرت طیبہ، اسوۂ حسنہ اور غزوات کو حفیظ جالندھری نے نہایت دلکش انداز میں نظم کیا ہے۔

(۳۴) خالد عرفان: خالد عرفان ایک طنزیہ ومزاحیہ شاعر کی حیثیت سے مشاعروں کو رونق بخشتے ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ انھیں سنجیدہ شاعری سے پرہیز ہے۔ وہ سنجیدہ شاعری بھی خوب کرتے ہیں۔ انھوں نے نعتیں بھی کہی ہیں۔ ان کی نعتیں جدت وتازگی کی حامل ہیں۔

عبد الحفیظ خلش تسکینی: نام عبدالحفیظ، وطن اچلپور ضلع امراوتی، ۱۹ نومبر ۱۹۳۵ء کو پیدا ہوئے۔ اردو اور فارسی میں ایم۔ اے کیا۔ ڈی۔ ایڈ۔ کالج بالا پور اور ضلع پریشد کی اسکولوں میں درس وتدریس میں مشغول رہے۔ اب تک دو مجموعہ کلام (پیاس کا سمندر اور تجربوں کے چراغ) شائع ہو چکے ہیں۔

خلیل الرحمن اعظمی: (۱۹۲۷-۱۹۷۸ئ) آپ فارغ التحصیل ہونے کے بعد علی گڑھ یونیورسٹی میں شعبہ اردو سے منسلک ہو گئے اور تاحیات یہیں رہے۔ ان کا شمار اردو کے اہم تنقید نگاروں میں ہوتا ہے۔ علاوہ ازایں اعظمی کی شاعرانہ حیثیت بھی مسلم ہے۔ ان کے شعری مجموعوں میں کاغذی پیرہن، نیا عہد نامہ اور زندگی اے زندگی قابل ذکر ہیں۔

خواجہ شوق (وفات ۲۰۱۱ئ) آپ کا تعلق حیدرآباد سے ہے۔ آپ مکتب صفی اورنگ آبادی سے تعلق رکھتے تھے۔ اردو کے علاوہ فارسی اور عربی زبانوں پر بھی آپ کو عبور حاصل تھا۔

خواجہ غلام السیدن ربانی: محکمۂ آثار قدیمہ ہند، ناگپور میں ملازمت کرتے ہیں۔ تحقیق ان کا خاص میدان ہے۔ شعر وادب کا ستھرا ذوق رکھتے ہیں۔ ان کی دو کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

داغ دہلوی: (۱۸۳۱-۱۹۰۵ئ) ان کے والد نواب شمس الدین خاں کے پھانسی کی سزا پانے کے بعد ان کی والدہ نے بہادر شاہ کے بیٹے مرزا فخرو سے نکاح کر لیا تھا۔ اس لیے ان کی تعلیم و

تربیت لال قلعے میں ہوئی۔ انھوں نے زیادہ تعلیم حاصل نہیں کی تھی، مگر خداداد ذوق شاعری رکھتے تھے۔ غدر کے ہنگامے کے بعد وہ رامپور چلے گئے۔ داغ رامپور میں تیس سال مقیم رہے، پھر حیدرآباد گئے، مگر جب دربار میں رسائی سے محروم رہے تو دہلی چلے آئے۔ بڑے پایے کے شاعر تھے اور دبستان دہلی کے ایک اہم استاد شاعر تھے۔ ان کے شاگردوں کی تعداد بہت ہے۔ علامہ اقبال، والی دکن محبوب علی خان آصف، سائل دہلوی، بیخود دہلوی، نوح ناروی اور سیماب اکبرآبادی جیسے شعرا کی استادی کا فخر داغ کے سر ہے۔ ان کے چار دیوان شائع ہوئے اور ایک مثنوی فریاد داغ۔

ڈاکٹر عاصی کرنالی تحریر فرماتے ہیں: ''داغ کے یہاں مطالعہ غزل و مثنوی میں جزوی حمد و نعت کے اشعار مل جاتے ہیں۔ اس فضا میں آکر ان کے جذبوں میں تقدس آجاتا ہے اور ذہن و قلب خدا کی کبریائی اور رسول ﷺ کی عظمت سے معمور ہو جاتے ہیں۔ شوخی بیان متانت کا پیرایہ اختیار کر لیتی ہے اور داغ نہایت ادب و حرمت داری کے ساتھ ان وادیوں کو طے کرتے ہیں۔''
(مقالہ، ص ۳۲۳)

راجا رشید محمود: راجا رشید محمود نے نعتیہ شاعری کے فروغ کے لیے مختلف الجہات خدمت انجام دیں۔ وہ ایک رسالہ ''نعت'' کئی سال سے شائع کر رہے ہیں۔ ''نعت کائنات'' اور ''پاکستان میں نعت'' ان کی دو نہایت اہم تصانیف ہیں۔ جب کہ ''ورفعنا لک ذکرک'' اور ''حدیث شوق'' ان کے دو نعتیہ مجموعے ہیں۔ وہ پر کیف اور والہانہ نعتیں کہتے ہیں۔

راغب مراد آبادی: (۱۹۱۸۔۲۰۱۱ئ) راغب مراد آبادی کا نام سید اصغر حسین ہے۔ انھوں نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد ملازمت اختیار کر لی۔ راغب نے بچپن ہی سے شعر گوئی کا آغاز کیا۔ باقاعدہ شاعری کا سلسلہ ۱۹۳۰ء سے ہوا۔ انھوں نے غزلوں کے علاوہ سیاسی و سماجی موضوعات پر نظمیں بھی کہیں۔ ان کی نعتوں کا ایک مجموعہ ''مدحت خیر البشر'' ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا۔ اسی عنوان سے دوسرا مجموعہ ۱۹۷۹ء میں شائع ہوا۔ اس مجموعے کی نعتیں غالب کی زمینوں میں ہیں۔ ان کا تیسرا مجموعہ ''مدح رسول'' ہے۔ یہ غیر منقوط نعتوں اور رباعیوں پر مشتمل ہے۔ راغب کے سلام اور نعتیہ رباعیوں کا ایک مجموعہ ''بحضور خاتم الانبیا'' ۱۹۸۶ء میں منظر عام پر آیا۔ ان کی نعتیں لائق تحسین ہیں، ان سے عشق رسول کا برملا اظہار ہوتا ہے۔

(ڈاکٹر) محبوب راہی: (پیدائش) کا شمار معتبر نعت گو شعرا میں ہوتا ہے۔ ان کے نعتوں

کے دو مجموعے: ''تیری آواز مکے اور مدینے'' اور ''سرمایہ نجات'' شائع ہوئے۔

(اعلیٰ حضرت) امام احمد رضا فاضل بریلوی، قدس سرہ: (۱۸۵۶ئ۔ ۱۹۲۱ء) اعلیٰ حضرت نہایت بلند پایہ عالم دین تھے۔ آپ کے ہزار ہا فتاوی کا ضخیم علمی مجموعہ جو 30 جلدوں پر مشتمل ہے، فتاوی رضویہ کے نام سے موسوم ہے۔ آپ صاحب شریعت وطریقت تھے۔ نبی کریم ﷺ سے والہانہ عشق کا اظہار آپ نے نعتوں میں کیا ہے۔ آپ کا تمام تر شعری اثاثہ نعت وسلام اور منقبتوں پر مشتمل ہے۔ ریاض مجید کہتے ہیں کہ ''اردو نعت کی ترویج واشاعت میں ان کا حصہ سب سے زیادہ ہے، کسی ایک شاعر نے اردو نعت پر وہ اثرات نہیں ڈالے، جو مولانا احمد رضا خاں کی نعت گوئی نے ڈالے۔ انھوں نے نہ صرف یہ کہ اعلیٰ معیاری نعتیں تخلیق کیں، بلکہ ان کے زیر اثر نعت کے ایک منفرد داستان کی تشکیل ہوئی۔ ان کی نعت گوئی کی مقبولیت اور شہرت نے دوسرے شاعروں کو نعت گوئی کی ترغیب دی۔ عاشقان رسول ﷺ کے لیے آج بھی ان کا کلام ایک موثر تحریک رکھتا ہے۔'' (اردو میں نعت گوئی، ص ۴۳۹)

سعادت یار خاں رنگیںؔ دہلوی: (۱۷۸۵-۱۸۳۴ئ) ان کے والد طہماسپ خاں نورانی ہفت ہزاری کے منصب پر فائز تھے۔ رنگین سرہند میں پیدا ہوئے، تعلیم وتربیت دلی میں پائی۔ کچھ عرصہ شہزادہ سلیمان شکوہ کی صحبت میں رہے۔ رنگین نے پندرہ سال کی عمر سے شعر گوئی کا آغاز کیا اور حاتم کی شاگردی اختیار کی۔ ان کی تصانیف میں غزلوں کے تین اور ایک ریختی کا دیوان ہے۔ علاوہ ازایں مثنوی ایجاد رنگین، سبع سیارہ رنگین، عجائب وغرائب رنگین، فرس نامہ، مثنوی دلپسند اور مجالس رنگین، دیگر تصانیف ہیں۔

ریاضؔ خیر آبادی: (۱۸۵۳-۱۹۳۴ئ) انھوں نے عمر کا بڑا حصہ گورکھپور میں بسر کیا۔ رواج زمانہ کے مطابق تعلیم پائی اور پہلے خیر آباد سے پھر گورکھپور سے ''ریاض الاخبار'' کا اجرا کیا۔ ان کی شہرت کا سبب ''فتنہ'' اور ''عطر فتنہ'' ہیں۔ ریاض نے شاعری میں امیر مینائی کے آگے زانوے تلمذ تہ کیا۔ ان کی وفات کے بعد ان کا کلام ''ریاض رضواں'' کے نام سے شائع کیا گیا۔ ریاض نے دو ناول ''حرم سرا'' اور ''نظارہ'' بھی لکھے۔

ستیہ پال آنند: (۱۹۳۱ء) ستیہ پال آنند کا شمار اردو، ہندی، پنجابی اور انگریزی کے ناقدین میں ہوتا ہے۔ وہ اردو میں شعر گوئی بھی کرتے ہیں۔ وہ پاکستان میں واقع چکوال قصبے میں

پیدا ہوا۔ تقسیم میں وطن کے بعد ان کا خاندان لدھیانہ منتقل ہو گیا۔ آنند نے لدھیانہ میں تعلیم مکمل کی اور پنجاب یونیورسٹی، چنڈی گڑھ سے پہلے انگریزی ادب میں اور بعد میں فلاسفی میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ اردو کے ان کے مندرجہ ذیل شعری مجموعے شائع ہوئے۔

دست برگ، وقت لا وقت، آنے والی سحر بند کھڑکی ہے، لہو بولتا ہے، مستقبل آ مجھ سے مل، آخری چٹان تک، مجھے کر وداع، میرے اندر ایک سمندر، میری منتخب نظمیں، بیاض عمر

سراجؔ اورنگ آبادی: (۱۷۱۴-۱۷۶۳) بارہ سال کی عمر تک تحصیل علم میں مشغول رہے۔ جب ان پر حالت جذب طاری ہوگئی تو وہ صحرا نوردی میں مشغول ہو گئے۔ کبھی کبھی حضرت برہان الدین غریبؒ کی مزار پر جا بیٹھتے تھے، ان کے والد انھیں گھر لاتے اور ان کے پانوؤں میں بیڑیاں ڈال دیتے تھے۔ اس حالت میں ان کی زبان سے فارسی کے اشعار جاری ہو جاتے تھے۔ جب اس حالت سے باہر نکلے تو اردو میں شعر کہنا شروع کیا اور چوبیس سال کی عمر میں دیوان مکمل کیا۔ ان کے مرشد نے شعر گوئی پر پابندی لگا دی تو فارسی شعرا کے دواوین کے مطالعے میں مصروف ہو گئے۔ سراج نے تمام اصناف میں داد سخن دی، ان کی مثنوی ''بوستان خیال'' نہایت درد انگیز ہے، یہی تاثر ان کے کلام میں پایا جاتا ہے۔

سلیمان خطیبؔ: (۱۹۱۹۔ ۲۲/اکتوبر ۱۹۷۸ئ) سلیمان خطیب چڈ گوپہ ضلع بیدر میں پیدا ہوئے، مگر تمام زندگی گلبرگہ میں بسر کی۔ وہ طنز مزاح کے دکنی زبان کے زبردست شاعر ہیں۔ ان کا ایک ہی مجموعہ کلام شائع ہوا، مگر اس میں انھوں نے زندگی کی تلخ حقیقتوں کی پردہ کشائی کی ہے۔

سید سلیمان ندویؒ: (۱۸۸۴-۱۹۵۳ئ) آپ نے ندوۃ العلما سے تعلیم حاصل کی۔ مولانا شبلی نے ندوہ کا مہتمم بنایا، مگر وہ شبلی کے انتقال کے بعد اعظم گڑھ چلے گئے اور دار المصنفین کی ذمہ داری سنبھالی۔ آپ نے ماہنامہ ''معارف'' کا اجرا کیا اور مولانا شبلی کے سلسلہ سیرت النبیؐ کو مکمل کیا۔ خطبات مدراس کے علاوہ ارض القرآن، رحمت عالم، سیرت (ام المومنین) عائشہؓ، عرب ہند تعلقات اور خیام آپ کی قابل ذکر تصانیف ہیں۔

سہیل غازی پوری: ان کے اب تک نو شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ شاعری میں وہ حمد، نعت، غزل، ہائیکو، نظم کہنے میں زبردست مہارت رکھتے ہیں۔ ان کے دو نعتیہ مجموعے ''شہر علم'' ۱۹۸۷ء میں اور ''مکہ سے مدینے'' ۲۰۰۹ء میں شائع ہو کر مقبول خاص و عام ہوئے۔ ان کی نعت

گوئی کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنی نعتوں میں نہ تو مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں اور نہ کوئی ایسا نکتہ لاتے ہیں، جو نبی کریم ﷺ کی عظمت و شان سے فروتر ہو۔ (سہ ماہی جہان نعت ہری ہر، ص ۳۸۔۳۹)

سیماب اکبر آبادی: (۱۸۸۲۔۱۹۵۱) اصل نام عاشق حسین صدیقی تھا۔ اردو کے ایک نامور اور قادر الکلام شاعر تھے۔ انھوں نے ۱۸۹۲ء میں شعر گوئی کا آغاز کیا۔ ۱۸۹۸ء میں داغ دہلوی کی شاگردی اختیار کرلی۔ سیماب ابتدا میں ٹائمس آف انڈیا پریس میں ملازم تھے۔ شاید اسی سے متاثر ہو کر انھوں نے "پیمانہ" کا اجرا کیا، بعد ازآں ۱۹۲۹ء میں "تاج" اور ۱۹۳۰ میں "شاعر" کا اجرا کیا۔ سیماب کی تصنیفات کی تعداد ۷۰ ہے، جن میں بائیس شعری مجموعے ہیں۔ ان کی نعتیہ شاعری کے متعلق ان کے شعری مجموعے "ساز حجاز" کے مقدمے میں فرمان فتح پوری رقم طراز ہیں:

"ان کی نعتیہ شاعری مولانا حالی، مولانا ظفر علی خاں اور علامہ اقبال کی نعتیہ شاعری سے مماثل اور نعت گو شعرا کی عام ڈگر سے بہت مختلف ہے۔ سیماب نے نعت کے سلسلے میں صرف حضور اکرم ﷺ کے زلف و لب و رخسار یا عام صفات و معجزات ہی کو سب کچھ نہیں جانا، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر آنحضرت کے اصل پیغام کی غایت، اثرات اور کردار کی خصوصیات، سیرت اور سیرت کے سماجی اور معاشرتی موثرات اور انسان کی تمدنی زندگی میں ان کے افادات کو پیش نظر رکھا ہے۔ چناں چہ سیماب کی نعتیہ شاعری کا رشتہ اپنے عہد کی قومی و ملی زندگی سے اسی طرح استوار ہے، جس طرح ان کی عام غزلوں اور نظموں کا۔" (ساز حجاز، ص ۱۴۱)

(مولانا) غلام امام شہید: (م ۱۲۹۲ھ) ان کا شمار ان شعرا میں ہوتا ہے، جنھوں نے نعت کو ایک صنف کی شکل میں اختیار کیا اور فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں نعت گوئی کی۔ چوں کہ وہ چاہتے تھے کہ ان کی نعتیں میلاد کی محفلوں میں پڑھی جائیں، اس لیے انھوں نے نعت کو شگفتہ، مترنم، اثر آفریں اور عام فہم بنانے کے لیے جو ہر لفظ و معنی سے آراستہ کیا۔ اسی مقصد کی خاطر انھوں نے "میلاد شہیدی" مرتب کی۔ (مقالہ، ص ۳۲۱)

صبیح رحمانی، کراچی (پاکستان): (۲۷ر جون ۱۹۶۵ئ) سید صبیح رحمانی کا امتیاز صرف یہی نہیں کہ وہ شاعر ہیں بلکہ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت کے شاعر ہیں اور صرف شاعر نہیں بلکہ نعت کے فروغ و ترویج میں ان کا کردار کم از کم اس عہد میں مثالی ہی نہیں انفرادی بھی ہے

۔انھوں نے نعت کی اشاعت وترویج کے لیے مجلہ ''نعت رنگ'' کا اجرا کیا۔ صبیح رحمانی کے اب تک مندرجہ ذیل پانچ نعتیہ مجموعے زیور طباعت سے آراستہ ہوئے ہیں۔
ماہ طیبہ، جادۂ رحمت، ایوان نعت، ہیں ماوجہی پہ ہم، خوابوں میں سنہری جالی ہے۔ صبیح رحمانی کی اپنی آواز میں کئی سی ڈیس منظر عام پر آئی ہیں۔
ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کی رائے میں صبیح رحمانی کی نعت گوئی کا رشتہ محسن کاکوروی، امیر مینائی، حالی، اقبال اور ظفر علی خاں کے وسیلے سے حضرت حسان بن ثابت سے ملتا ہے۔ حفیظ تائب کہتے ہیں کہ ''صبیح رحمانی کی محبت اور سرشاری میں ڈوبی ہوئی نعت روح عصر سے بیگانہ نہیں۔'' (جادۂ رحمت، صبیح الدین رحمانی، ص ۲۹) عاصی کرنالی فرماتے ہیں کہ ''صبیح رحمانی نے جہاں حمد ونعت کو ذاتی کیفیات عشق کا ترجمان کیا ہے اور عشق کے جو تقاضے، مطالبے، آرزوئیں، التجائیں، غم ہجر اور نشاط حضوری کے جو محسوسات ہوتے ہیں، ان سب کا ظہور ان کے وسیلے سے کیا ہے، وہیں ان اصناف کو اپنے ملک وملت، ہمہ گیر امت مسلمہ اور تمام عالم انسانیت کے احوال ومسائل کا آئینہ دار بنایا ہے۔'' (مقالہ، ص ۴۴۳)

سید صفدر: (پ: یکم جولائی ۱۹۴۶ئ) وہ شاعری، تنقید، صحافت، طنز ومزاح اور انشائیہ نگاری سے شغف رکھتے ہیں۔ ان کی چار کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ اچل پوران کا وطن ہے۔ وروڑ میں شعبہ تعلیم سے وابستہ رہے۔ فی الحال امراوتی میں مقیم ہیں۔

کلیم ضیاء: پروفیسر محمد کلیم ضیاء ۴/ مارچ ۱۹۵۶ء کو ملکاپور ضلع بلڈانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اردو، فارسی اور عربی میں ایم۔ اے کیا اور اردو پی۔ ایچ۔ ڈی کی۔ اس وقت اسماعیل یوسف کالج، جوگیشوری ممبئی میں صدر شعبہ اردو ہیں۔ آپ کی مختلف موضوعات پر سات کتابیں شائع ہوئی ہیں۔

مولانا ظفر علی خاں: (۱۸۷۳-۱۹۵۶ئ) ایک ادیب، شاعر اور عالم تھے۔ زمیندار کے مدیر کی حیثیت سے معروف ہیں۔ وہ اپنے اخبار میں انگریزوں کی غلط پالیسیوں پر تنقید کرتے تھے، اس لیے کئی مرتبہ قید وبند سے دوچار ہوئے۔ مولانا نے شاعری کو بھی سیاسی وسماجی بیداری کا ذریعہ بنایا۔ تین شعری مجموعے: بہارستان، نگارستان اور چمنستان شائع ہوئے ہیں۔
مولانا ظفر علی خاں کا مقصد فرنگی ظلم وستم کے خلاف قوم وملت کو بیدار کرنا تھا، اس لیے جہاں

انھوں نے اپنی نعتوں میں وصف نگاری کا مظاہرہ کیا، وہیں اتباع رسول کی تلقین بھی کی۔ ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق تحریر فرماتے ہیں کہ ”ان کے کلام میں والہانہ جذبے کی فراوانی ہے۔ اسلام کی عظمت کے مضامین سے ان کا کلام پر ہے۔ ہر وہ چیز جسے اسلام سے برائے نام بھی لگاؤ ہے، انھیں عزیز ہے۔ مولانا نے حضور علیہ السلام کے حقیقی اوصاف بیان کیے ہیں۔ اس لیے کلام میں جا بجا قرآن اور حدیث کی تلمیحات ملتی ہیں، انھوں نے ایک جوش اور ولولے سے دلوں کو گرمایا کہ کار حیات کے لیے حضور علیہ السلام کے نام لیوا سرفروشی کی تمنا لے کر اٹھیں اور آپ کا نام لے کر جینے کی بجائے آپ کے نام پر مرنے کی تڑپ اور جذبہ پیدا کریں۔“ (اردو میں نعتیہ شاعری، ص ۴۵۷)

عارج میر: (پ: ۱۹۵۴ئ) سادات کے معزز خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۱۹۸۰ء کے بعد ابھرنے والے جدید شعرا میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ وسیع مطالعہ ہے۔ ناشنیدہ شعری مجموعہ ۱۹۹۷ء میں شائع ہوا۔ شعبہ تدریس سے وابستہ رہے۔ اب وظیفہ یاب ہیں۔

محمد عثمان عارف نقشبندی: ان کے والد حاجی محمد عبداللہ بیدل، بیخود دہلوی کے شاگرد تھے۔ انھوں اور ان کے بھائی حاجی محمد یوسف راسخ نے انھیں شعر گوئی کی ترغیب دی۔ انھیں اردو اور فارسی کی تعلیم مولوی بادشاہ حسین نے دی۔ انھوں نے اپنے استاد، والد اور بھائی کی مدد سے شاعرانہ نزاکتوں کو سمجھا۔ عارف بارہ سے زیادہ کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان میں ایک نعتیہ مجموعہ ”عقیدت کے پھول“ بھی شامل ہے۔

عثمان عارف سیاسی سطح پر بھی سرگرم رہے۔ وہ ۱۹۸۰ سے ۱۹۸۵ء تک مرکزی وزیر رہے۔ ۱۹۸۵ء میں انھیں اتر پردیش کا گورنر بنایا گیا۔ انھوں نے اس پانچ سالہ معیاد کو مکمل کیا۔

عاصی کرنالی: (۱۹۲۷۔ ۲۰ر جنوری ۲۰۱۱ء) اصل نام شریف احمد لیکن تخلص عاصی اختیار کیا۔ درس و تدریس میں زندگی گزاری۔ ان کا تحقیقی مقالہ ”اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر“ زیور طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے۔ انھیں ایک معتبر نعت کے پارکھ کی حیثیت حاصل تھی۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی کو تنقیدی و تحقیقی کاموں کے علاوہ شاعری سے بے حد دلچسپی تھی۔ ان کے دو شعری مجموعے؛ رگ جاں، اور جشن خزاں شائع ہوئے۔

عامر عثمانی: (۱۹۲۰۔ ۱۹۷۵) دار العلوم دیوبند سے فارغ التحصیل تھے۔ ان کے والد

مطلوب الرحمان انجینئر تھے۔ انھوں نے اکتساب علم کے بعد پتنگ سازی کا کام کیا۔ بعد ازآں شیشے پر لکھائی میں مہارت حاصل کی۔ کچھ عرصہ بمبئی کی فلم نگری میں سکہ جمانے کی کوشش کی، مگر ان کے والد نے فلم نگری کے پیسہ لینے سے انکار کر دیا اور سرزنش کی تو فوراً دیو بند لوٹ گئے اور پھر ''تجلی'' کا اجرا کیا۔ تجلی ۱۹۴۹ء سے مولانا کی وفات تک مسلسل پچیس سال شائع ہوتا رہا۔

مولانا عمدہ شاعر بھی تھے۔ مشاعروں میں شریک ہوتے تھے۔ ڈاکٹر کے منع کرنے کے باوجود وہ مشاعرے میں شرکت کی غرض سے پونہ پہنچے۔ یہاں انھوں نے نظم ''جنھیں سحر نگل گئی، وہ خواب ڈھونڈھتا ہوں میں'' سنائی اور اس کے دس منٹ بعد جان جان آفریں کے حوالے کر دی۔ مولانا نے حفیظ جالندھری کے جواب میں ''شاہنامہ اسلام جدید'' نظم کیا۔ ان کا شعری مجموعہ بھی زیور طباعت سے آراستہ ہوا۔

عطاؔ عابدی: (پیدائش ۱۹۶۲ئ) نام محمد عطا حسین ہے۔ وطن دربھنگہ ہے اور بہار میں سرکاری ملازم ہیں۔ عطا عابدی کا حمد و نعت کا ایک مجموعہ: آئینۂ عقیدت ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا ہے۔

(پروفیسر) عنوان چشتی (۱۹۳۷۔۲۰۰۴ئ) کا نام افتخار الحسن تھا۔ وہ منگلور (اترانچل) میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ۱۹۹۷ء تک جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں شعبہ اردو میں درس و تدریس میں مشغول رہے۔ جس وقت وہ وظیفہ یاب ہوئے فیکلٹی آف ہیومنی ٹیس اینڈ لینگویجیز کے ڈین تھے۔ عنوان چشتی کو متصوفانہ مسائل سے بڑی دلچسپی تھی۔ انھوں نے بحیثیت شاعر اور محقق چالیس سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں۔

قیوم نظر: (۱۹۱۴۔۱۹۸۹ئ) کا شمار پاکستان کے معروف شعرا میں ہوتا ہے۔ ان کا تعلق حلقہ ارباب ذوق سے تھا۔ لاہور میں پیدا ہوئے اور تحصیل علم کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر رہے۔ قیوم نظر کی کئی کتابیں شائع ہوئیں۔ ان کی پہلی غزل ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی۔ وہ میر تقی میر اور فانی بدایونی سے متاثر تھے۔ ان کی کلیات بعنوان ''قلب و نظر کے سلسلے'' ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی۔

چودھری دلّو رام صاحب کوثریؔ: ایک ہندو ہوتے ہوئے بھی دلو رام نبی ﷺ کے عشق میں مبتلا تھے۔ آپ کے ذکر پر ان کی آنکھیں اشک ریز ہو جاتی تھیں۔ ان کے کلام سے ہرگز یہ گمان نہیں ہوتا کہ وہ کسی غیر مسلم کا کلام ہے۔ عشق محمد کی سرشاری سے ان کا کلام لبریز ہے۔ انھوں

نے ۱۹۲۹ء میں اسلام قبول کرلیا۔ ان کے قبول اسلام کا یہ واقعہ مولوی اور دیگر جرائد میں شائع ہوا ہے۔ جب وہ بہت زیادہ بیمار ہو گئے، ان سے اٹھا بھی نہیں جاتا تھا کہ اچانک اٹھ کھڑے ہوئے اور تیمارداروں سے بھی کہا کہ کھڑے ہو جاؤ، وہ ہستی تشریف فرما ہے، جس کی میں تمام عمر توصیف بیان کرتا رہا ہوں۔ انھوں نے مجھے کہا کہ تم میری نعتیں لکھتے رہو، میں نہیں چاہتا کہ ایسا شخص جہنم کی آگ میں جلے، ایمان قبول کرلو۔ میں نے فوراً کلمہ پڑھا اور اب میں مسلمان ہوں۔ میں نے آپؐ سے درخواست کی کہ میرا اچھا سا نام رکھ دیجیے تو آپ نے میرا نام کوثر علی رکھا۔ مشرف بہ اسلام ہونے کے کچھ دنوں بعد کوثری اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

لطف علی خان لطفؔ بریلوی: (م ۱۲۹۸ھ) لطف بریلوی نے غزل کو اپنی نعتیہ افکار و مضامین کی بنیاد بنایا اور اسے بطور ایک صنف استعمال کیا۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی کی رائے میں ان کی بعض نعتوں کا یہ تخصص ہے کہ وہ میلاد آنحضرت ﷺ کے لیے کہی گئی ہیں تاکہ مجلسی انداز میں ذکر رسالت کی فضا قائم ہو اور رواج پائے۔ سراپا نگاری پر خصوصی اور شعوری توجہ، جس کے حوالے سے حضور علیہ السلام کے جمال ظاہری کے محاسن و مظاہر کا ذکر کیا جائے۔ اس موضوع پر لطف کے یہاں نہایت احتیاط، سلامت روی اور ادب و احترام ملحوظ رہتا ہے۔ وہ اس موضوع کی نزاکت و لطافت اور مقتضیات کا خیال رکھتے ہیں اور محبوب مجازی کے بارے میں شعرائے غزل کا جو انداز فکر اور پیرایہ اظہار رہا ہے، لطف کی سراپا نگاری اس سے ممیزہ و متمائز ہے اور اس کا انتساب و اطلاق صرف محبوب خدا اور ممدوح کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی سے ہو سکتا ہے۔'' (مقالہ، ص ۱۵۔۲۰)

ماجدؔ دیوبندی: (پیدائش: ۷رجولائی ۱۹۶۴ئ) ڈاکٹر ماجد دیوبندی جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی میں ۱۹۹۱ء سے شعبہ اردو سے منسلک ہیں۔ وہ ایک عمدہ شاعر اور بہترین نثر نگار ہیں اور ملکی و بین الاقوامی مشاعروں کی زینت ہیں۔ انھیں ان کی شعری خدمات کے سبب پریسی ڈینٹ ایوارڈ سے نوازا گیا۔ علاوہ ازیں اب تک متعدد اعزازات عطا کیے گئے۔ ان کا ایک نعتیہ مجموعہ ''ذکر رسول'' ۲۰۰۶ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا۔ وہ دہلی سے شائع ہونے والے ایک اردو میگزین ''ادبی میزان'' کے مدیر اور جامعہ ملیہ کے ایک میگزین ''تدریس نامہ'' کے نائب مدیر ہیں۔

ماہرؔ القادری: (۱۹۰۶۔۱۹۷۸ئ) نام منظور حسین صدیقی تھا۔ بلند شہر کے باشندے

تھے۔ ان کے والد کا نام معشوق علی ظریف تھا۔ ماہر القادری نے علی گڑھ سے میٹرک کیا اور ۱۹۲۷ء میں حیدر آباد تشریف لے گئے۔ وہاں سے سولہ سال بعد بمبئی پہنچے، پھر دلی آئے اور پھر بجنور سے ''مدینہ'' اور ''غنچہ'' کا اجرا کیا۔ تقسیم ہند کے بعد کراچی منتقل ہو گئے اور وہاں سے ''فاران'' نکالنا شروع کیا۔ ماہر القادری نے نظم و نثر میں پچیس سے زائد کتابیں لکھیں۔ درِ یتیم سیرت پر ان کی ایک اہم تصنیف ہے، جو ناول کے طرز میں ہے۔ ان کے کلام کے تین مجموعے؛ محسوسات ماہر، جذبات ماہر، ماہر فردوس اور ذکر جمیل، شائع ہوئے ہیں۔

ابتدائی دور میں ماہر القادری پر رومانیت کا اثر تھا، مگر اس ظلمت سے وہ بہت جلد نکل آئے۔ مگر ان کے اس تغزل نے ان کی نعتوں میں زبان و بیان کی نزاکت اور جذب و خیال کی لطافت پیدا کر دی۔ ان کی ایک نعت ''ظہور قدسی'' تریسٹھ اشعار پر مشتمل ہے، جو بے حد مقبول ہوئی۔

مجید لاہوری: (وفات ۲۶ رجون ۱۹۵۷ئ) کالم نویس تھے۔ ان کے طنزیہ و مزاحیہ کالم بے حد مقبول ہوئے، وہ صرف ۴۴ برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ وہ ایک اچھے شاعر بھی تھے۔

محبوب راہی: معروف شاعر اور نثار محبوب راہی، بارسی ٹاکلی میں رہائش پذیر ہیں۔ شعبۂ تعلیم سے وابستہ رہے۔ مظفر حنفی کی ادبی شخصیت پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ نظم و نثر کے مختلف موضوعات پر ۳۳ کتابیں شائع کر چکے ہیں۔

غلام ہمدانی مصحفی: (۱۷۵۰۔ ۱۸۲۴ئ) وطن امروہہ تھا، جوانی میں دہلی میں سکونت اختیار کر لی۔ یہیں ذوق شاعری پروان چڑھا اور بہت جلد اساتذہ میں شمار ہونے لگے۔ نواب آصف الدولہ کے عہد میں لکھنو منتقل ہو گئے۔ یہاں انشاء اللہ خاں انشا سے معرکہ آرائی رہی۔ مصحفی کی تصانیف میں نو دیوان، اردو شعرا کے دو تذکرے؛ تذکرۂ ہندی اور ریاض الفصحا اور فارسی شعرا کا ایک تذکرہ ''عقد ثریا'' ہیں۔ مصحفی نے نظیری کے جواب میں فارسی کا ایک دیوان بھی نظم کیا تھا۔ ''شمالی ہندوستان میں سودا کے بعد مصحفی نے قصیدے میں نعت گوئی کی روایت کو آگے بڑھایا۔ ان کے یہ قصائد متانت، پاکیزگی اور خلوص سے عبارت ہیں۔'' (۵۸، تھیس)

مظفر وارثی: (۱۹۳۳ئ۔ ۲۰۱۱ئ) نام مظفر الدین احمد صدیقی ہے۔ میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے شاعری کا آغاز پاکستانی فلموں کے لیے نغمہ سرائی سے کیا، مگر بتدریج اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور اپنی شاعری کو حمد و نعت کے لیے مختص کر دیا۔ ان کی نعتوں کے متعلق

ریاض مجید کہتے ہیں کہ ''مظفر وارثی نے اردو نعت کو ایک مترنم اسلوب دیا۔ ان کی نعت گوئی کا غالب اظہار پیرایۂ غزل ہی میں ہوا ہے۔ مگر انھوں نے قطعہ بند نظموں کی صورت میں بھی نعتیں لکھی ہیں۔ ان نظموں کے تخلیقی پس منظر میں ان کا ذوق ترنم جھلکتا ہے۔ ان کی بحریں مختصر، زبان سہل اور لب ولہجہ سادہ ہے اور اسی ترنم وسادگی کے سبب وہ محافل نعت میں بڑے ذوق وشوق سے سنی جاتی ہیں۔'' (اردو میں نعت گوئی، ص ۵۱۸) مظفر کی نعتوں کے مندرجہ ذیل مجموعے منظر عام پر آئے۔

باب حرم، لہجہ، نور ازل، الحمد، کعبۂ عشق، دل سے در نبی تک،

حسان العصر حافظ مظہر الدین: (۱۹۱۴۔۱۹۸۱ئ) امر تسر میں پیدا ہوئے۔ آپ جید عالم دین ہونے کے علاوہ شاعر اور کالم نویس بھی تھے۔ آپ نے صرف سترہ سال کی عمر میں ''خاتمِ المرسلین'' جیسی گراں قدر کتاب تالیف کی۔ بچپن ہی سے شعروسخن کا شوق تھا۔ اس میدان میں سیماب اکبر آبادی کی شاگردی اختیار کی۔ باب جبرئیل، میزاب، جلوہ گاہ، تجلیات، آپ کے نعتیہ مجموعے بہت مقبول ہوئے۔

حافظ مظہر الدین کا شمار بھی ان چند شعرا میں ہوتا ہے، جن کا تمام تر شعری سرمایہ حمدیہ اور نعتیہ مضامین تک محدود ہے۔ ان کی نعت گوئی عاشقانہ واردات قلبی سے عبارت ہے۔ ظفر علی خاں کہتے ہیں کہ ''ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا ئھی تو ہو، اس کی کیفیات کا مظہر حافظ مظہر الدین کی نعت ہے۔ اگر چہ کہیں کہیں وہ احوال امت کے تناظر میں بھی بات کرتے ہیں یا حضور علیہ السلام کے احکام و پیغام کی خوشبو سے بھی اپنی نعت کو معطر کرتے ہیں، لیکن مجموعی طور پر وہ واردات وعقیدت ہی کے جذبات کو پیرایۂ شعر دیتے ہیں۔ ان کے یہاں ہجر میں بھی امید زیارت کی سرمستی اور مجبوری میں بھی وصل کی نشاط سامانیاں ہیں۔'' (جلوہ گاہ، مظہر الدین)

ڈاکٹر محمد یحییٰ جمیل: (پ، ۱۹۷۴ئ) والد محمد عبدالجلیل صاحب (ایف ڈی او) کی ملازمت ناگپور میں ہونے کی وجہ سے پوری تعلیم ناگپور میں حاصل کی۔ محمد یحییٰ جمیل فی الحال شریمتی کیشر بائی لاہوٹی مہاودیالیہ، امراوتی میں صدر شعبۂ فارسی ہیں۔ ابتدا میں صحافت سے جڑے رہے۔ کئی اخباروں کے لیے کارٹون کشی کی۔ ودربھ کے شاعر مرحوم مشکل افکاری کا مجموعہ کلام ''غم جاوداں'' ۲۰۰۴ء میں مرتب کر کے شائع کیا۔ ایک کتاب ''فارسی شاعری کے اسالیب کا مطالعہ'' کی تصنیف میں ڈاکٹر انجم ضیاء الدین تاجی کے شریک رہے۔ نثر میں تحقیقی وتنقیدی مضامین لکھنے

کے ساتھ افسانہ نگاری بھی کرتے ہیں۔ افسانوں کا مجموعہ "لیمپ پوسٹ" زیر اشاعت ہے۔ جدید شاعر کی حیثیت سے انھوں نے اپنی ایک پہچان بنائی ہے۔

منشاء الرحمٰن خاں منشاؔ: (۱۹۲۴۔۲۰۱۰ئ) گورنمنٹ کالج ناگپور میں اردو کے پروفیسر رہے۔ تمام ہی اصناف سخن میں داد سخن دی۔ منشا کے کل تیرہ شعری مجموعے شائع ہوئے۔ ان میں تین نعتیہ مجموعے؛ ذکر خوباں، سلام بر خیر الانام اور سراجاً منیراً بھی شامل ہیں۔ انھوں نے نعتوں میں بھی فنی پختگی اور زبان و بیان پر غیر معمولی عبور کے جوہر دکھائے ہیں۔ ان کی نعتیں عشق نبی ﷺ سے سرشار ہیں۔

مومن خاں مومنؔ: (۱۸۰۰۔۱۸۵۲ئ) مومن کے والد حکیم غلام نبی خاں سلطنت مغلیہ کے آخری دور میں کشمیر سے دہلی آئے۔ مومن دہلی ہی میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی۔ شعر و سخن سے طبعی مناسبت تھی، شروع میں شاہ نصیر دہلوی سے اصلاح لی، مومن رنگین مزاج، خوش طبع، خوش لباس اور عاشق مزاج تھے، مگر حضرت سید احمد بریلوی سے بیعت کرنے کے بعد زاہدانہ زندگی گزاری۔

مومن ایک غزلگو شاعر کی حیثیت سے مشہور ہیں، مگر انھیں قصیدے پر بھی عبور حاصل تھا۔ دیوان اردو، دیوان فارسی اور انشاے مومن ان کی قابل ذکر تصانیف ہیں۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی تحریر فرماتے ہیں کہ "نعت میں بھی وہ فضائل رسالت کو علمی لہجے میں بیان کرتے ہیں۔ لیکن جب ان کی نعت احوال ذات بنتی ہے تو اس میں داخلی رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ ان کے یہاں استعانت و استمداد کا لہجہ بھی ہے۔ حضور ﷺ کے معجزات کے ذکر میں منطقی دلائل سے کام لیتے ہیں۔ عشق و اطاعت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ان کی نعتیں دل پر اثر کرتی ہیں" (مقالہ "اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر، ص ۳۱۰)

میر تقی میرؔ: (۱۷۲۲ء۔۱۸۱۰ء) میر کے اجداد کا تعلق سرزمین حجاز سے تھا۔ وہ بچپن ہی سے صوفیہ اور علما کی مجالس میں شریک ہوتے تھے۔ میر تقی میر والد کے انتقال کے بعد آگرہ سے دلی چلے آئے۔ یہاں سراج الدین علی خاں آرزو سے تربیت پائی۔ دلی کی تباہی کے بعد لکھنو چلے گئے۔ آصف الدولہ بے حد خوش ہوا اور تین سو روپے ماہانہ وظیفہ مقرر کیا۔ ان کی شاعری کی نمایاں خصوصیت سادگی بیان ہے۔ مگر کلام معنی آفرینی اور پیچیدگی سے خالی نہیں۔ بالخصوص انھوں صوفیانہ

مضامین کو نت نئے اسلوب میں بیان کیا۔غزلوں میں ان کے چھے دیوان ہیں اور انھوں نے متعدد عاشقانہ مثنویاں تصنیف کی ہیں۔فارسی نثر میں ''نکات الشعرا'' اور ''ذکر میر'' ان کی اہم تصانیف ہیں۔

میر کی غزلوں اور دیگر اصناف میں نعتیہ مضامین ملتے ہیں۔میر کے عقیدے کے مطابق حضورا کے ساتھ وابستگی سعادت دارین کا باعث ہے۔اسلوب میں سادگی اور سوز پایا جاتا ہے۔

شیخ امام بخش ناسخ: (۱۷۷۲۔۱۸۳۸ئ) فیض آباد میں پیدا ہوئے ،ورزش کا شوق تھا،فیض آباد کے ایک امیر نے انھیں ملازم رکھ لیا اور انھیں اپنے ساتھ لکھنو لے آیا۔یہاں وہ ایک رئیس میر کاظم علی سے وابستہ ہوگئے۔انھوں نے ناسخ کو اپنا بیٹا بنالیا ان کی وفات کے بعد سب دولت ناسخ کے حصے میں آگئی۔نظام دکن کے دیوان چندولال شاداں نے انھیں حیدرآباد آنے کی دعوت دی،مگر انھوں نے لکھنو کو چھوڑنا پسند نہیں کیا۔

ناسخ کو دبستان لکھنو کا اولین معمار قرار دیا جاسکتا ہے۔اس دبستان کا سب سے بڑا کارنامہ زبان کی اصلاح ہے۔ان کے کلیات میں غزلیں، رباعیاں ،قطعات ،تاریخیں اور ایک مثنوی شامل ہے۔

نذیر فتح پوری: نذیر فتح پوری یکم دسمبر ۱۹۴۶ء کو ایک مسلم راجپوت گھرانے میں پیدا ہوئے۔وہ بیک وقت شاعر، ادیب، محقق اور نقاد کی حیثیت سے معروف ہیں۔آپ نے شاعری میں غزل، نظم، نثری نظم، آزاد غزل، ماہیا، گیت، دوہا، کہہ مکرانی میں داد سخن دی ہے۔آپ ایمانی جذبات سے لبریز ہیں، اس کا ثبوت آپ کی حمدیں اور نعتیں ہیں۔آپ کا رسالہ ''اسباق'' جو پونا سے ۱۹۸۶ء سے شائع ہورہا ہے۔اسے علمی سطح پر وقعت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔

نظم طباطبائی: (۱۸۵۳۔ ۱۹۳۳ئ) نام سید حیدر علی تھا،لکھنو میں پیدا ہوئے۔عربی فارسی اور صرف ونحو کی تعلیم کے ساتھ عروض و بلاغت کا درس بھی لیا۔واجد علی شاہ کے انتقال کے بعد حیدرآباد میں نظام کالج کے پروفیسر مقرر ہوئے۔نظام دکن کے ولی عہد کے اتالیق مقرر ہوئے اور انھیں نظام نے نواب جنگ کے خطاب سے نوازا۔عثمانیہ یونیورسٹی کے قیام کے بعد دارالترجمہ سے منسلک ہوگئے، جہاں علمی اصطلاحوں کی تشکیل وتوضیح میں ان کا کام نمایاں رہا۔

نظم طباطبائی کی شاعری قدیم اور جدید خیالات کا مجموعہ ہے۔انھوں نے انگریزی شاعر تھامس گرے کی ایک نظم کا ترجمہ ''گور غریباں'' کے نام سے کیا۔ان کا سب سے زیادہ قابل قدر

کارنامہ ''شرح کلام غالب'' ہے۔

نظیر اکبر آبادی: (۱۷۴۰۔۱۸۳۰ئ) نام ولی محمد تھا۔ محمد شاہ ثانی کے عہد میں دلی میں پیدا ہوئے۔ احمد شاہ ابدالی کی یلغار کے بعد آگرہ منتقل ہو گئے۔ فارسی کے علاوہ عربی سے بھی واقف تھے۔ نظیر کا پیشہ درس و تدریس تھا۔

نظیر ہر طبقے کے لوگوں کے ساتھ میل جول رکھتے تھے۔ ان کی پہچان عوامی شاعری ہے۔ ان کی عوامی نظموں میں ہندو مسلم روایات اور تہواروں اور مختلف مذہبی ہستیوں اور ہندوستانی موسموں اور پھولوں اور پھلوں کا ذکر موجود ہے۔

حفظ الرحمن نقوی: منگرول پیر میں پیدا ہوئے۔ درس و تدریس میں مشغول ہیں۔ ۱۹۹۰ء سے شاعری شروع کی۔ مختلف اخبار و رسائل میں کلام شائع ہوتا رہتا ہے۔

حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ نوری (۱۸۹۲۔۱۹۸۱ئ)۔ آپ اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ کے فرزند ہیں۔ بریلی میں اس دنیا میں قدم رنجہ فرمایا۔ دنیا آپ کو مفتی اعظم ہند کے لقب سے یاد کرتی ہے۔ آپ نے تقریباً چالیس کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔ آپ حضرت ابوالحسن احمد نوری قادری برکاتی سے بیعت تھے۔ ان کے بعد آپ شیخ طریقت بنے۔

ولی دکنی: (۱۶۶۷۔۱۷۰۷ئ) ولی محمد ولی کا تعلق اورنگ آباد سے تھا۔ کچھ عرصہ گجرات میں بھی رہے، جہاں حضرت شاہ وجیہ الدین گجراتی سے فیض باطنی پایا، شعر گوئی کا شوق بچپن سے تھا، اپنے معاصر دکنی شعرا غواصی، شاہ سلطان اور بحری کی زمینوں میں غزلیں کہیں۔ ان کا دیوان ۱۷۲۰ء میں دلی پہنچا اور بے حد مقبول ہوا اور اہل دلی نے ولی کے شیوے کو اختیار کرلیا۔ ولی کو اردو کا ''اشعر الشعرائ'' کہا جاتا ہے۔

محمد ولی رازی: آپ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (صاحب معارف القرآن) کے فرزند ہیں۔ آپ نے اسلامی علوم میں ایم۔ اے کیا۔ محمد ولی رازی نے اردو میں سیرت پر پہلی ایسی کتاب لکھی، جو غیر منقوط ہے، یعنی اس میں ایک بھی ایسا حرف نہیں آیا، جو نقطہ دار ہو۔ اسی تالیف میں مدح رسولؐ ہے، یہ بھی غیر منقوط ہے۔

نعیم صدیقی (۲۰۰۲ئ) مولانا نعیم صدیقی جماعت اسلامی کے فاؤنڈر ممبر تھے۔ انھوں نے اپنے صحافتی زندگی کا آغاز کوثر سے کیا، جس کے مدیر مولانا نصر اللہ خاں عزیز تھے۔ وہ نو سال

تک چراغ راہ کے مدیر رہے۔ انھوں نے ۱۹۶۱ء میں سیارہ ڈائجسٹ کا اجرا کیا اور تمام عمر اس کی ادارت کرتے رہے۔ انھوں نے اپنی شاعری کا استعمال تحریک اسلامی کے فروغ اور اقامت دین کے لیے کیا۔ ان کی نعتوں کے مجموعے کا نام ''نور کی ندیاں رواں'' ہے۔

ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط : سیّد یحییٰ نشیط کی پیدائش یکم جنوری ۱۹۵۰ء کو کل گاؤں ضلع ایوت محل (مہاراشٹر) میں ہوئی۔ شعبۂ تدریس سے وابستہ رہے۔ ایک اہم محقق اور ناقد کی حیثیت سے ادبی دنیا میں معروف ہیں۔ آپ ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی، ایچ۔ڈی، ہیں۔ امراوتی یونیورسٹی کے نگراں برائے پی ایچ ڈی ہیں۔ ان کے تحقیقی وتنقیدی مضامین ہندوستان و پاکستان کے موقر رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ انھوں نے کئی کتابوں کے لئے مقدمے وتقاریظ بھی قلمبند کیے ہیں۔ ان کا تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی 'اردو شاعری میں مذہبی رجحانات' بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

اہم تصانیف : ۱) اردو شاعری میں خانقاہی نظامِ تعلیم کی جھلک۔ ۲) مراٹھوں سنتوں کی اردو شاعری۔ ۳) اردو مراٹھی کے تہذیبی رشتے۔ ۴) اردو میں حمد ومناجات۔ ۵) ف۔س۔ اعجاز: ہشت پہلو فنکار۔ ۶) ارسطوری فکر وفلسفہ (اردو شاعری میں)

راقم الحروف (مرتب) نے انہیں کے ماتحت اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ ''اردو نثر کے ارتقا میں دارالمصنفین اعظم گڑھ کا حصّہ'' مکمل کیا۔



رحمانی پبلی کیشنز کی تاریخی شخصیات سیریز

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ	حضرت خدیجہؓ	حضرت آدمؑ	حضرت موسیٰؑ	حضرت یوسفؑ
حضرت ابوبکر صدیقؓ	حضرت عائشہ صدیقہؓ	حضرت عیسیٰؑ	حضرت یعقوبؑ	حضرت ابراہیمؑ
حضرت عمر فاروقؓ	حضرت سودہؓ	حضرت لوطؑ	حضرت اسمٰعیلؑ	حضرت نوحؑ
حضرت عثمان غنیؓ	حضرت ام سلمہؓ	حضرت صالحؑ	حضرت یونسؑ	حضرت ایوبؑ
حضرت علی المرتضیٰؓ	حضرت زینبؓ	اکبر	رکن الدین بیبرس	علاؤالدین خلجی
حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ	حضرت حفصہؓ	ابراہیم لودھی	سائرس اعظم	شہاب الدین غوری
حضرت زبیر بن العوامؓ	حضرت صفیہؓ	شمس الدین التمش	سبھاش چندر بوس	رابندر ناتھ ٹیگور
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ	حضرت زینبؓ	چنگیز خان	نادر شاہ	سلطان محمد فاتح
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ	حضرت ام حبیبہؓ	حمورابی	یوسف بن تاشقین	ہشام بن عبدالملک
حضرت سعید بن زیدؓ	حضرت میمونہؓ	احمد شاہ ابدالی	غیاث الدین بلبن	ملک شاہ سلجوقی
حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ	حضرت جویریہؓ	شیر شاہ سوری	ہمایوں	قلوپطرہ
حضرت حسینؓ	حضرت زینبؓ	اڈولف ہٹلر	جہانگیر	ہیلن آف ٹرائے
حضرت حسنؓ	حضرت ام کلثومؓ	قبلائی خان	جلال الدین خلجی	سلطان بہلول لودھی
حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ	حضرت فاطمہؓ	قطب الدین ایبک	فیروز شاہ تغلق	مامون الرشید
محمد بن قاسم	حضرت رقیہؓ	ہارون الرشید	محمد تغلق	ہنی بال
حضرت نورالدین زنگیؒ	ملکہ بلقیس	الپ ارسلان	سرسید احمد خان	علامہ اقبال
صلاح الدین ایوبیؒ	نور جہاں	رفیع احمد قدوائی	حسرت موہانی	امیر خسرو
خواجہ معین الدین چشتیؒ	چاند بی بی	مرزا غالب	امیر تیمور	ٹیپو سلطان
خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ	شاہ جہاں	سراج الدولہ	طارق بن زیاد	بہادر شاہ ظفر
عالمگیر اورنگ زیبؒ	اشفاق اللہ خان	محمود غزنوی	عماد الدین زنگی	حیدر علی
مولانا ابوالکلام آزاد	سائرس اعظم	ہلاکو خان	حجاج بن یوسف	احمد شاہ ابدالی

موبائل: 9890801886 9270704505



رحمانی پبلی کیشنز

۱۰۳۲/۱ اسلام پورہ، مالیگاؤں (ناسک)، مہاراشٹر (انڈیا)